

۱۵	موجودہ دور میں مسلم فاضلواں پر جدیدیت کے اثرات
۱۵	مغرب کو حاصل برتری کا سبب ہماری اخلاقی تعلیمات کو اختیار کرنا ہے
۱۶	قرآن میں تزکیہ کی اہمیت
۱۶	روح کی سب سے بڑی ضرورت
۱۷	مادیت اور روحانیت کی کشمکش کا زندگی کے ہر مرحلہ پر جاری رہنا
۱۷	روحانیت کے ادراک کا سلب ہو جانا
۱۷	روح اپنی خالق ہستی کے بغیر رہ نہیں سکتی
۱۷	روح کا ہر صورت میں اپنے جذبات محبت کی تسلیکیں چاہنا
۱۸	مادہ پرستی کے حالات سے معاشرے کا باطنی پاریوں کے معاشرے میں تبدیل ہو جانا
۱۹	روح کی تسلیکیں کے ذریعہ مادیت کی پیدا کردہ خوف زدگی سے نجات پانा
۱۹	فرد کا ماحول کی پیداوار ہونا
۱۹	فرد کا زندگی کے کسی بھی مرحلہ پر صالح ماحول کا حصہ بننا
۱۹	مادی سرگرمیوں کو زندگی کا محور بنانے سے مزاج میں فساد کا بربپا ہونا
۲۰	انسانیت کو مادہ پرست بناانا عالمی سرمایہ دار کی ضرورت ہے
۲۰	مادہ پرستی کی تحریک کے بڑے بڑے مرکز
۲۱	مادہ پرستی کے مرکز سے تعلق رکھنے والے افراد کی روحانی صلاحیتوں کا سلب ہونا

۱

فہرست مضمایں	
۸	تعارف
۹	مادیت و روحانیت کی کشمکش اور اس کے اثرات و نتائج ہماری روحانیت کی بنیاد
۹	روحانیت کی بعض اہم خصوصیات
۱۱	مادیت پرستی کی تحریک کے لوازمات
۱۲	مسلمانوں کے بیشتر طبقات کا مغرب کے مادی فکر سے متاثر ہونا
۱۲	تزکیہ کے اثرات
۱۲	تزکیہ سے دوری کی وجہ سے مسلمانوں کے اجتماعی شیرازہ کا بکھر جانا
۱۲	تزکیہ سے دوری کا گروہ بندی کو جنم دینا
۱۳	مادیت کی تحریک کی طرف سے مسلمانوں پر قیامت ڈھانا
۱۳	خواہشات کے طوفان کا اودھم مچانا
۱۳	سارے اداروں کا افراد کو تزکیہ سے دور کرنے کی روشن کا ہونا
۱۳	علم اور تزکیہ کا جدا گانہ اثرات کا حامل ہونا
۱۳	ہمارے بزرگوں کا جہادی سرگرمیوں میں ایک فریضہ کی حیثیت سے حصہ لیتے رہنا

۳۲	اللہ کی محبت سے دوری کی سزا اندر سے توڑ پھوڑ جانا
۳۳	مادیت پرستی سے متصادم دین و مذہب کی گنجائش کا نہ ہونا
۳۴	ساری سرمایہ کاری کا مادی خواہشات کو بھڑکانے کے مقصد کے تحت ہونا
۳۵	دنیا میں موجودہ کشمکش کا محور
۳۶	اسلامی تحریکوں کا معاشرے پر انداز نہ ہونے کا ایک سبب
۳۷	اسلامی تحریک کے اصل ہتھیار
۳۸	ایک مرحلہ پر آ کر روح اور نفس کی ضروریات کا یکساں ہونا
۳۹	گھری عبادت اور ذکر و فکر سے محرومی کے اثرات
۴۰	مغرب سے اٹھنے والی آگ اور اہل مشرق کا اس آگ کا حصہ ہونا
۴۱	تجدد پسندی کی جدید تحریک کو سمجھنے کی ضرورت
۴۲	دنی مدارس کو مادیت کے لاحق نظرات اور اس کے ازالہ کی صورت
۴۳	انسان کی تخلیق کا مقصد معرفت کا حاصل ہونا
۴۴	اللہ کی معرفت، روح کا مشاہداتی عمل ہونا
۴۵	قرآن کا حالت نور اور حالت کلمات میں رہنے والے افراد کی نشاندہی کرنا
۴۶	جدید انسان کا الیہ چھرے سے رونق کا ختم ہونا
۴۷	خواہشات کا ضرورتوں کی صورت اختیار کرنا
۴۸	راحت کے سارے سامان کے باوجود زندگی کا اذیتوں سے بھر جانا
۴۹	مادیت اور نفسی تقوتوں سے چھکارہ پانے کے انعامات
۵۰	روح کی محبوب حقیقی کے لئے وارفتگی

2

۲۲	روح کو غذا دیئے بغیر اس کا موت کے سے حالات سے دوچار ہونا
۲۳	یورپ میں تہائی کے نتیجہ میں خودکشیوں کی تفصیل
۲۴	مادیت پرستی کی آگ بڑھ کر اپنی قوم کو دردناک عذاب میں بیٹلا کرنا
۲۵	موت کے سے حالات بیدا ہونے کے بھرمان کا پوری انسانیت کا بھرمان ہونا
۲۶	علوم و فنون میں توحید کے عقیدہ کو شامل کئے بغیر عقل کا بھلٹتے رہنا
۲۷	مغرب کے دانش اور اس کے سرمایہ دار کا جرم
۲۸	جدید انسان کا اندر سے کھوکھلا ہو جانا
۲۹	مادیت پرستی کے حامل فرد کا اپنی ذات کا اسیر ہونا
۳۰	مفادات کی بنیاد پر ٹکراؤ کا ہونا
۳۱	مؤثر طبقات کا روحانی بالیگی کی بات سننے پر آمادہ نہ ہونا
۳۲	مسلم امت اور انسانیت کو درپیش چیلنج
۳۳	اسلامی تہذیب اور روحانیت کے بغیر ریگستان میں پانی کی ٹلاش میں مارا مارا پھرنا
۳۴	روح، مغرب کی گم شدہ میراث اور پوری انسانیت کو اس میراث سے محروم کرنے کی کاوشوں کا ہونا
۳۵	مادیت کی تحریک کا بڑا ہدف عورت کی مکمل آزادی
۳۶	قوموں کی تباہی میں عورت کی آزادی کا کردار
۳۷	مادی تہذیب اور فکر کے اثرات
۳۸	ایک دوسرے کو گرانے کی کاوشوں میں تیزی کا آنا
۳۹	مادیت کی زنجیروں کی جگہ بندی

تعارف

3

زیر نظر کتاب ”مادیت و روحانیت کی کشمکش“ یہ دراصل ہم سب کی اپنی کہانی ہے، ہم سب کا نفس مادیت کو اپنی آواز سمجھتا ہے، مادیت پرستی کی عالمی تحریک فکری اور نظریاتی طور پر بھی تو عملی طور پر بھی نفسی قوتوں کو مشتعل کر کے، ان کو اللہ بنانے کی راہ پر لگاتی ہے، یہ تحریک چونکہ خواہشات نفس کی تحریک ہے اور اس دور میں خواہشات کی نتیجی چیزیں وجود میں آئی ہیں، اس لئے یہ تحریک ایک ایک ہمہ گیر تحریک کی صورت اختیار کر پچکی ہے، دوسرا سارے مذاہب اور سارے نظریات کو یہ تحریک یا تو جنگل چکی ہے یا انہیں پوجا پاٹ تک محدود کر چکی ہے، لیکن اسلام اور اسلامی تہذیب کو وہ اپنے لئے سخت چینچ سمجھکر، اسے اپنی راہ سے ہٹانے کے لئے سارے وسائل اور سارے حرਬے استعمال کر رہی ہے، اسلام کا تزکیہ نفس اور روحانی بالیدگی کا نظام ایسا ہے، جو اس تحریک کی راہ میں سخت رکاوٹ ثابت ہوا ہے اور ہو سکتا ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ مادیت اور روحانیت کی کشمکش میں ہم تزکیہ کے کام کو زندگی اور موت کی حیثیت دے کر، معاشرے میں ثقافتی تبدیلی کی تحریک شروع کریں، تاکہ ہم اپنی نسلوں کو مادیت میں مستغرق ہونے اور اس کی جملہ خرابیوں سے بچا سکیں۔

اقبال کا خودی کا فلسفہ جوان کی شاعری کی بنیاد ہے، یہ خودی دراصل روحانی بالیدگی اور روح کی مطلق خود شعور ہستی سے تعلق وصال ہی کا نام ہے، روحانی بالیدگی کو ہم تزکیہ نفس، معرفت نفس اور معرفت رب کا نام بھی دے سکتے ہیں، اس دور میں اقبال کی خودی کی اس اہمیت کو سمجھنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

خودی کا سرنہاں لا الہ الا اللہ

کتاب کے آخر میں کچھ خطوط بھی شامل ہیں، ان خطوط میں بھی تزکیہ کے حوالے سے ہی بحث کی گئی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہم سب کے لئے نافع بنادے۔ آمین

محمد مومنی بھٹو

۸ نومبر ۲۰۱۹ء

۳۷	مادیت اور روحانیت کی جنگ کا درمیان جنگ ہونا
۳۷	جدید تعلیم اور سوشل میڈیا کی بنیادوں کی الحاد ولادیت کے جراثیم کا ہونا
۳۸	جهنم کا ایندھن بننے کی راہ پر گامزن ہونا
۳۸	انسانیت سے سکون کا رخصت ہونا
۳۸	روح ایک شعلہ ہے، جو حقیقی عشق سے شعلہ زن ہوتی ہے
۳۹	مادی جدوجہد کا روح کو تھکا دینا
۳۹	مادیت کی آگ کا اندر سے جلا کر رکھ دینا
۴۰	اس دنیا میں حرص و ہوس اور بہتانت کی آگ کا جلا دینا
۴۰	تزکیہ نفس کی صورتیں
۵۱	تزکیہ سے نفس کے جنگل کا ہر طرح کے درندوں سے صاف ہونا
۵۲	تزکیہ کی کوششوں کے بغیر بہتر سے بہتر قانون سازی کا بے نتیجہ ثابت ہونا
۵۲	قوموں کی تعمیر و ترقی کا ثقافتی تحریک سے وابستہ ہونا
۵۲	مغرب کی ثقافتی تحریک کے اثرات
۵۳	معاشرے میں ثقافتی تبدیلی کی تحریک کی ضرورت
۵۳	علم
۶۲	تعمیر سیرت کا ذریعہ یا حجابات کا؟
۶۲	جدید مادہ پرست تہذیب کی کچھ نمایاں ”خصوصیات“
۶۶	تزکیہ کے حوالے سے دعویٰ خطوط

جس طرح لمبارڑی میں ٹیکٹ کے ذریعے اشیا کی خصوصیات معلوم ہوتی ہیں، اسی طرح ذکر و فکر کے ذریعے باطن کی گہرائیوں میں ڈوب کر روح کی جو خصوصیات معلوم ہوتی رہی ہیں، ان کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(۱) توجید، رسالت اور آخرت کے عقیدہ کا قائم ہونا (۲) وحی کے ذریعے حاصل ہونے والی تعلیمات پر یقین رکھنا (۳) اسلامی شریعت پر استقامت سے گامز ہونا (۴) اللہ سے والہانہ محبت کے ذریعے مادی اور نفسی قوتون کو پاہال کرتے رہنا (۵) قرآن و سنت کی ظاہری تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں موجود نور تک رسائی حاصل کرنے کے لئے کوشش ہونا (۶) اعمال صالحہ کا صدور ہونا (۷) اللہ کے بندوں سے محبت کرنا اور ان کے کام آنا (۸) نیکی کی تلقین کرنا اور حق و صداقت کے پیام کو اپنے عمل، اپنے "حال" اور قول کے ذریعہ دوسروں تک پہنچانے کے لئے کوشش ہونا۔

(۹) انسانی جوہروں سے بہرہ ور ہونا (۱۰) محبوب حقیقی سے وصال کے لئے مجاهدوں سے کام لینا (۱۱) باطنی بیاریوں سے بڑی حد تک نجات حاصل کر کے، روح کی پرواز کو بلند کرنا (۱۲) مادی دنیا سے بے رغبتی اور بے نیازی کا ہونا (۱۳) اخلاص، للهیت اور بے نفسی کا ہونا (۱۴) دکھ اور سکھ میں انسانیت کے کام آنا (۱۵) اللہ سے روٹھے ہوئے انسانوں کو اللہ سے ملانے کے لئے کوشش ہونا (۱۶) مادیت پرتنی کی بے رحم طاقتوں کے ستائے بتائے ہوئے افراد کو سایہ فراہم کرنا (۱۷) اپنی ذات سے دوسروں کو اذیت سے بچانے کی صلاحیتوں کا ہونا (۱۸) حیمت دین کا ہونا وغیرہ وغیرہ۔

روح کی یہ خصوصیات ایسی ہیں، جو نفسی و مادی قوتون پر روحانی قوتون کو غالب کرنے کے نتیجے میں رفتہ رفتہ پیدا ہوتی اور ارتقا پذیر ہوتی ہیں۔

ان خصوصیات میں جتنی کمی واقع ہوگی، یہ سمجھا جائے گا کہ روح ابھی روحانی بالیگی اور ترکیہ کے اس مقام پر نہیں پہنچی، جہاں نفسی قوتیں بڑی حد تک پاہال ہوں اور ان کی سرکشی کا زور ٹوٹ جائے۔ جب نفس کی سرکشی کا زور ٹوٹ جائے گا تو انسانی شخصیت سے ان صفات و خصوصیات کا ظہور ہوگا، اس طرح معاشرہ طائفہ روحانی شخصیتوں کے نیوش سے بہرہ ور ہوگا، لیکن مصروف افراد میں ان خصوصیات کا کچھ نہ کچھ حصہ ہونا ضروری ہے، جو صحبت صالحہ اور ذکر و فکر کے کچھ نہ کچھ اجزاء کو معمول بنانے سے حاصل ہوگا، ان خصوصیات میں کمال

مادیت و روحانیت کی کشمکش اور اس کے اثرات و نتائج

کامیاب زندگی نام ہے مادی ضروریات اور روحانی ضروریات کے درمیان اعتدال و توازن پیدا کرنے کا، مادی ضروریات میں کھانا پینا، سونا، جنسی عمل کی جائز تسلیکیں، راحت کے کم سے کم سامان کا ہونا وغیرہ شامل ہے، ان مادی ضروریات کے بغیر انسانی زندگی کی گاڑی چل ہی نہیں سکتی اور جسم بیمار ہو کر موت کا شکار ہو جاتا ہے، روحانی ضروریات میں مخلصانہ عبادت، ذکر و فکر، اطاعت، سیرت و کردار میں پاکیزگی، اللہ کے مخلوق کے کام آنا، محبت کرنا، دوسروں کی دلچسپی کرنا، نیکی کو فروغ دینے کے لئے کوشش وغیرہ شامل ہیں، یہ ایسی چیزیں ہیں، جن سے روح کی طہانیت و تسلیکیں وابستہ ہے۔

ہماری روحانیت کی بنیاد

روحانیت کا ہمارا تصور، عقیدہ توحید اور اس کے لازمی نتیجے کے طور پر عقیدہ رسالت، عقیدہ آخرت اور ایمان بالغیب پر مبنی ہے۔ مسلمان کی حیثیت سے ہماری روحانیت کی بنیادیں بھی ہیں۔ اعمال صالحہ اور انسانی جوہروں سے بہرہ وری، اس کے لوازمات میں شامل ہیں، اس طرح ہمارا روحانیت کا رشتہ اسلامی شریعت سے قائم ہوتا اور مستحکم ہوتا ہے۔ اس کے بغیر روح کے تقاضوں کا پورا ہونا اور روح کے جذبات محبت کے ارتقا کی صورت کا پیدا ہونا ممکن ہی نہیں۔

روحانیت کی بعض اہم خصوصیات

روح مادہ سے ماوری چیز ہے اور جوہری چیز ہے، روح نے الاست برکم کے جواب میں قالوا بھی کہا ہے، قالوا بھی کی یہ صدا اب بھی انسانی شخصیت کی گہرائیوں میں گونج رہی ہے، پچھے کو یہی صدا فطرت سلیمانیہ کی حالت پر رکھتی ہے۔

مسلمانوں کے پیشتر طبقات کا مغرب کے مادی فکر سے متاثر ہونا

مغرب کی مادی فکر جو لوگ بھیگ تین سو سال سے پیش ہو رہی ہے، اس فکر کا ایک بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ مسلمانوں کے پیشتر طبقات کو اس فکر نے شعوری یا غیر شعوری طور پر متاثر کیا ہے، اس کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ تزکیہ کا کام جو دین کے نصب العین کا کام کی حیثیت رکھتا ہے، وہ ہماری فکر میں ثانوی حیثیت اختیار کر چکا ہے یا عملی طور پر اس کی حیثیت ثانوی ہو گئی ہے، تزکیہ کے کام کو نہ تو سیاسی دینی حلتنے اہمیت دینے کے لئے تیار ہیں اور نہ ہی دینی اور مذہبی حلتنے اس کام کو حقیقی کام سمجھتے ہیں۔

تزکیہ کے اثرات

تزکیہ کے اس کام سے بے نیازی کا نتیجہ ہے کہ معاشرہ تیزی سے نفس پرستی اور مادیت کی طوفانی لہروں کی نذر ہو گیا ہے، ہماری سیاسی، معاشرتی اور اجتماعی زندگی بے شمار مسائل و مصائب کا شکار ہو گئی ہے، تزکیہ دراصل انسان کے نفسانی وجود پر روحانی قوتوں کو غالب کرنے، اسلام کی پاکیزہ اخلاقی قدرتوں سے بہرہ وری اور فیضیابی کا نام ہے۔

جب کسی معاشرے کا قابل ذکر حد تک تزکیہ ہو جاتا ہے، وہ اخلاقی اور روحانی طور پر منحکم ہو جاتا ہے تو وہ اتحاد وحدت کے رشتہ سے منسلک ہو جاتا ہے۔ اس کا پاکیزہ اخلاقیات پر مشتمل اجتماعی نظام انسانیت کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے اور مادیت اور نفس پرستی کی بے حرمت طاقتوں کی شکار انسانیت پاکیزہ اخلاقیات سے بہرہ ورملت کو اپنا آئندیں سمجھکر، اس کے نظام زندگی کو اپنانے کے لئے لپکائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگتی ہے۔

تزکیہ سے دوری کی وجہ سے مسلمانوں کے اجتماعی شیرازہ کا بکھر جانا

تزکیہ جو دین کا نصب العین کام ہے، اس سے دوری کی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا اجتماعی شیرازہ بکھر چکا ہے، دنیا والی دنیا کی نظروں میں مسلمانوں کا رعب ختم ہو کر، ان کو ذہنی غلام بنانے اور اپنی مادہ پرست تہذیب کا حصہ بنانے کی دوڑ آخری مرحلے میں پہنچ پکی ہے۔

تزکیہ سے دوری کا گروہ بندی کو جنم دینا

تزکیہ سے دوری کا لازمی نتیجہ مادی دنیا سے محبت کرنے، مادی مفادات کو ترجیح دینے،

حاصل ہو، یہ خاص افراد کا کام ہے جن کے پاس وقت ہو، جن کے پاس ضرورت کے لئے مال ہو یا جو توکل کا مزاج رکھتے ہوں، ایسے افراد کی نفسی قوتوں کو آتشِ عشق میں جلا کر ان کو تزکیہ کے مراحل سے گزارا جاتا ہے، پھر ان سے دوسروں کی تربیت کا کام لیا جاتا ہے۔

مادیت پرستی کی تحریک کے لوازمات

مادی تحریک اور مادہ پرست فکر کے لوازمات اور اس کی "خصوصیات" درج ذیل ہیں
(۱) غینی حقائق کا انکار کرنا (۲) تخلیق کائنات کو اللہ کے بجائے (مادی نوعیت کے) قدرتی قوانین کا نتیجہ سمجھنا (۳) مسائل زندگی اور معاملات زندگی کو عقل اور عقلیت کی رہنمائی کے ذریعہ حل کرنا (۴) سیکولرزم اور ماؤرن ازم کو ایمان کا درجہ دینا (۵) خواہشات نفس کی آگ کو بڑھاتے رہنا (۶) زندگی کو کامیاب اور خوشگوار بنانے کے لئے مادی راحت کے سامان کے حصول کی آخری حد تک کاوشوں کا ہونا (۷) عورت کی آزادی اور اس کی عربیانی کو بہت بڑی اندھسری کی صورت دینا، تاکہ انسانیت کے جنسی، حیوانی اور اسفل جذبات کو بڑھا کر، ان سے مال بہورا جاسکے، مادہ پرستی کی فضا کو عام کیا جائے تاکہ دینی اور مذہبی فضا کو مکدر کیا جاسکے۔ (۸) تیش کے سامان کو فروغ دینے کے لئے اس طرح کی صنعتکاری کو رواج دیتے رہنا۔ (۹) جدید مادہ پرست تعلیم اور میڈیا کے تیزِ ذرائع کے ذریعہ انسانی ذہن کو کنٹرول کرنا اور اسے مادہ پرستی کی مسموم راہ پر لگانا (۱۰) طالمانہ سرمایہ داری نظام کے ذریعہ امیر و غریب کے درمیان فالصلوں کو بڑھاتے جانا۔

(۱۱) انسانیت پر مادیت کے بھوت کو سوار کرنا (۱۲) دل، روح اور ضمیر کی صلاحیتوں کو مغلوب کر کے، انسانیت کو تہائی، بے نی اور بے حسی کا شکار بنانا۔

(۱۳) مادہ پرستی پر مبنی اپنی تہذیب کو حرف آخ سمجھنا، اس تہذیب سے متصادم پاکیزہ تہذیب کو اپنے لئے چیلنج سمجھ کر اسے مٹانے کے لئے ہر طرح کے ہتھنڈے استعمال کرنا (۱۴) مذہب کی محدود دائرے میں مذہبی رسوم اور پوچا پاٹ کی حد تک اجازت دینا، لیکن مادہ پرست تعلیمی نظام اور طاقتوں میڈیا کے ذریعہ محدود مذہبی آزادی کے اثرات کو کالعدم کرنا (۱۵) لاکر کے اور لاکر کے ذہن اور مزاج کو ابتداء ہی سے جنسیت کے بیجان خیزی کے شیطان کی طرف راغب کرنا۔

گے، ہماری دینی و سیاسی جماعتیں مخفی سیاسی تبدیلی کے حامل افراد تیار کریں گے، جو دین کے نام پر خارجی جدوجہد ہی کو دین کا نصب اعین سمجھیں گے تو معاشرے کا یہ حال نہ ہوگا تو کیا ہوگا۔

6

علم اور تزکیہ کا جداگانہ اثرات کا حامل ہونا

جدید مادی فکر کا ایک بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ علم کی تھیلی سے عام طور پر ظاہری تبدیلی واقع ہوتی ہے، نیز اس سے عقل متاثر ہوتی ہے، جب کہ تزکیہ کے لیے مجہدوں سے باطن کی وسیع دنیا میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اور پاکیزہ روحانی و اخلاقی قدروں سے بہرہ وری کی صورت پیدا ہوتی ہے اور ذاتی مفادات سے نجات کی صورت پیدا ہو کر، اخلاص، لہیت، بے نفسی اور مفادات سے بلندی کی صورت پیدا ہوتی ہے، جدیدیت نے علم اور تزکیہ کی ان جداگانہ خصوصیات کے فہم کو بُری طرح متاثر کیا ہے۔

علم کو تزکیہ کے مقصد میں معاون ثابت ہونا چاہئے، نہ کہ دوری کا موجب۔ علم اس وقت غیرمعمولی نافع ثابت ہوتا ہے، جب فرد تزکیہ کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔

ہمارے بزرگوں کا جہادی سرگرمیوں میں ایک فریضہ کی حیثیت سے حصہ لیتے رہنا

یہ بجا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے اپنے اپنے دور میں جہادی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا ہے اور وقت کے فتوؤں کا بھی مقابلہ کیا ہے، یہ ہماری پوری تاریخ ہے، ہندستان میں انگریز کے غلبہ کے دور میں اور ان کے غلبہ سے نجات کے لئے کوششوں میں ہمارے بزرگوں نے کردار ادا کیا ہے، لیکن ایک تو یہ کہ وہ عقل و عقلیت پر مشتمل اپنے دور کے فکر سے متاثر بالکل نہیں ہوئے، دوسرے یہ کہ انہوں نے ہر دور میں تزکیہ کے کام کو نصب اعینی اہمیت دی اور اپنی بیشتر صلاحیتیں معاشرے میں تزکیہ کے لئے فضا ہموار کرنے کی سرگرمیوں میں صرف کی، سوم یہ کہ انہوں نے جہادی سرگرمیوں کو دین کے ایک فریضہ کی حیثیت سے ادا کیا، جو نبی یہ وقتی وہنگامی فریضے کی ضرورت باقی نہ رہی، وہ دعوت و اصلاح و تزکیہ کے کام میں ہمہ جتنی مصروف ہو گئے۔

مفادات کی بنیاد پر گروہ بندی کو مستحکم کرنے اور ایک دوسرے سے تصادم کی صورت میں ہی ظاہر ہوتا ہے، جب اسکولوں والے بچوں سے تزکیہ کے خانے کو سرے سے نکال ہی دیا گیا ہو، دینی مدارس بھی تزکیہ کے کام کو اپنے نصاب کا حصہ بنانے کے لئے تیار نہ ہوں، دینی و سیاسی جماعتوں کا نظام کی تبدیلی کا کام اوڑھنا بچھونا بن چکا ہو تو اس طرح کی صورتحال میں معاشرے میں تزکیہ کے کام کے لئے ٹکرمندی اور اس کی ضرورت و اہمیت کا احساس کیسے اجاگر ہو سکتا ہے؟ چنانچہ علم اور دین کے حوالے سے نظام کی تبدیلی کا سارا کام تزکیہ میں معاون ثابت ہونے کے بجائے تزکیہ سے دوری کا ذریعہ بن جاتا ہے جس سے معاشرہ اخلاقی طور پر کھوکھلا ہو جاتا ہے اور معاشرے میں مادہ پرستی کی دعوتوں سے متاثر ہونے کے زہریلے اثرات پوری طرح غالب رہتے ہیں۔

مادیت کی تحریک کی طرف سے مسلمانوں پر قیامت ڈھانا

اس نکتہ کی مزید تفصیل یہ ہے کہ مادیت پرستی کی تحریک اور اس کے مادی فکر نے مسلمانوں پر جو قیامت ڈھائی ہے، وہ یہ ہے کہ ہر طبقہ کے افراد معاشرہ سے تزکیہ کی اہمیت کے احساس کو سلب کر دیا ہے، نیز اس نے ہمارے صدیوں کے تربیتی نظام (جو خانقاہی صورت میں موجود تھا) اس پر اعتماد کو متزلزل کر کے، جدید افراد اور خود مذہبی افراد کو تزکیہ اور خانقاہی نظام سے دور کر دیا ہے، اس طرح ہمارے خانقاہی نظام پر ضرب کاری لگائی ہے چنانچہ نفس پرستی اور مادیت پرستی کی قوتوں کے سامنے بند باندھنے کی صورتیں مسدود ہو گئی ہیں۔

خواہشات کے طوفان کا اودھم مچانا

خواہشات کے طوفان نے وہ اودھم مچایا ہے کہ ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی افراتفری کا شکار ہو گئی ہے اور عقل وہوش کی بات سننے کی فضائخت ہو گئی ہے۔

سارے اداروں کا افراد کو تزکیہ سے دور کرنے کی روشن کا ہونا

جب ہمارے اسکول اور کالج معاشرے کو نفس پرست افراد فراہم کریں گے، ہمارے دینی مدارس معاشرے کو تزکیہ سے خالی محفوظ و عظیم وصیحت کی باتیں کرنے والے افراد مہیا کریں

موجودہ دور میں مسلم فاضلوں پر جدیدیت کے اثرات

موجودہ دور میں جدیدیت کے فکر نے بیشتر مسلم فاضلوں اور مفکروں کو اس حد تک متاثر کیا کہ وہ باطن کی وسیع دنیا اور تزکیہ کے کام کی نصب اعینی اہمیت سے بے خبری کی وجہ سے خارجی جدو جہد ہی کو دین کا نصب اعین قرار دینے لگے، جس کا نتیجہ ہے کہ معاشرے کو طاقتور اخلاقی و روحانی صلاحیتوں کے حامل افراد مانا بند ہو گئے، جو معاشرے کو اخلاقی و روحانی طور پر سنبھالنے کا کردار ادا کرتے، اس طرح معاشرہ اخلاقی اور روحانی طور پر بانجھ ہو گیا، شہروں اور قصبوں میں گھوم جائیے، حقیقی اہل اللہ کی خاقانی کا منظر پیش کر رہی ہیں، اس لئے کہ افراد معاشرہ سے تزکیہ اور روحانی بالیدگی کی طلب ہی ختم ہو گئی ہے۔

البتہ مادی مقاصد کے لئے جعلی بزرگوں اور عاملوں کی بھرمار ہے، چونکہ افراد معاشرہ کو ایسے عاملوں اور ایسے جعلی بیوروں کی ضرورت ہے، اس لئے وہ وافر مقدار میں دستیاب ہیں۔

مغرب کو حاصل برتری کا سبب ہماری اخلاقی تعلیمات کو اختیار کرنا ہے

مغرب کو اس کی تمام تر خرابیوں کے باوجود دنیا پر جو بالآخری و فویقت حاصل ہے، اس کا سبب دراصل قومی اخلاقیات کا وہ نظام ہے، جو اس نے اسلام سے لیا ہے، اس قومی اخلاق میں انفرادی مفاد پر قومی مفاد کو ترجیح دیتا، ریاستی مفادات کی غاطر اپنی رائے سے دُتبیردار ہونا، اجتماعیت اور تنظیم کی صلاحیت کا ہونا، اجتماعی اداروں کا مستحکم ہونا، قانون کی حکمرانی کے نظام کا غالب ہونا، افراد کا قوم کو نقصان پہنچانے کی کوششوں سے محفوظ ہونا، وقت کی پابندی، اشیاء میں ملاوٹ کا نہ ہونا، اپنے منصبی کاموں کو پوری احساس ذمہ داری کے ساتھ کرنا، معاشرے کے غریب افراد کی ریاست کی طرف سے کفالت کا انتظام ہونا، غریب افراد کے لئے علاج کی مفت سہولتوں کا ہونا، اشیائے کائنات میں موجود قدرتی قوانین کی خصوصیات کو تلاش و تحقیق کے ذریعہ معلوم کر کے، ان اشیاء کو اپنے تابع بنانا، رات کو سوریہ سونا اور صبح کو سوریے اٹھنا وغیرہ شامل ہے۔

اگرچہ اہل مغرب نے ہماری ان تعلیمات کو خالص اپنی مادی دنیا کو بہتر بنانے کے لئے استعمال کیا ہے، اس کے باوجود وہ اس کے فوائد و ثمرات سمیٹ رہے ہیں، جب کہ ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنی ان پاکیزہ تعلیمات سے بہت دور چلے گئے ہیں، جس کا نتیجہ مغرب

کی غلامی کی صورت میں ہم بھگلت رہے ہیں، ذہنی غلامی بھی تو معاشری عملی غلامی بھی۔

7

قرآن میں تزکیہ کی اہمیت

تزکیہ جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا، قرآن نے اس کو فیصلہ کن اہمیت دی ہے، قد الفلح من تزکیہ ترجمہ: کامیاب ہے وہ شخص جس نے اپنا تزکیہ کیا (یعنی نفس کو پاک کیا) دوسرا جگہ ہے قد الفلح من زکھا و قد خاب من دساها۔ ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا۔

قرآن میں حضور ﷺ کی بعثت کے چار مقاصد بیان فرمائے گئے ہیں۔ کتاب کی تعلیم، آیات کی تعلیم، تزکیہ کی تعلیم اور حکمت کی تعلیم۔

بعض علمائے ربانیوں نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ کتاب کی تعلیم، آیات کی تعلیم اور حکمت کی تعلیم کا مقصد بھی تزکیہ یعنی نفس کی پاکیزگی ہے، اس لئے کہ نفس کی پاکیزگی کے بغیر کتاب و سنت کی تعلیم پر اس کی پوری روح کے ساتھ عمل کرنا دشوار ہوتا ہے۔

قرآن میں ایک جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے آتا ہے۔ اذہب الی فرعون انه طفی فقل هل لک الی ان تزکی۔ (سورۃ النازعات آیت نمبر ۱، ۱۸) (فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے، اسے کہو کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا تزکیہ ہو)۔

روح کی سب سے بڑی ضرورت

روح کی سب سے بڑی ضرورت محبوب حقیقی یعنی اللہ سے محبت کے ارتقائی مراحل طے کرنا ہے، روح کی اس ضرورت کی تیگیل جسم، جسمانی نظام اور اس کے اعضا کا ساتھ دینے سے ہی ہو سکتی ہے، اس لئے کہ جسم، روح کی سواری ہے، اس سواری پر چل کر ہی وہ محبوب کے لئے صبر آزمہ مجاہدے کر سکتی ہے۔ اگر ذہن اور اعضاے جسم اس مقصد کے لئے روح کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں تو روح، مادیت اور نفس پرستی کی زنجیروں کو توڑ کر، محبوب تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اپنے جذبات و احساسات کی تسلیکین و شفی چاہتی ہے، مادہ پرست انسان یا رسمی نوعیت کا نہ ہی انسان بھی اگر روح کو اپنی مطلوبہ مقاصد ملخصانہ عبادت، ذکر و فکر، سیرت و کردار میں پا کیزگی اور ملخصانہ اطاعت کی صورت میں نہ دے گا تو وہ باطنی بیماریوں کا شکار ہو کر، مایوسی، احساس تنہائی، اشتعال، ڈپریشن اور خودکشی تک کے حالات سے دوچار ہو سکتا ہے، اس لئے کہ روح جسم اور جسمانی قوتوں کو اپنے پا کیزہ مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے، جسم اور جسمانی نظام جب اس پا کیزہ مقصد میں روح کا ساتھ نہیں دیتا تو روح ایسے جسمانی نظام کو معطل کر کے، موت کے سے حالات سے دوچار کر دیتی ہے۔

مادہ پرستی کے حالات سے معاشرے کا باطنی بیماریوں کے معاشرے میں تبدیل ہو جانا

مادہ پرستی کے حالات جس رفتار سے بڑھتے جائیں گے، انسانی معاشرہ اسی رفتار سے ہونا کا باطنی بیماریوں کا شکار ہو کر، مرضیوں کے معاشرے میں تبدیل ہو جائے گا اور افراد معاشرہ میں زندگی سے بیزار ہو کر، خودکشی کے میلانات میں اضافہ ہوتا جائے گا اور انسانیت کو خودکشی کی راہ سے کوئی چیز روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے گی۔

واضح نتائج سامنے آنے کے باوجود مغرب کا مادہ پرست سرمایہ دار مادیت پرستی کے زہر کو ساری انسانیت میں سرایت کرنے کے لئے اپنی ساری توانائیاں خرچ کر رہا ہے، جس کے اثرات مسلم معاشروں تک کو بھگتنا پڑ رہے ہیں کہ پاکستان جیسے مسلم ملک میں اعداد و شمار کے مطابق سالانہ ۸۰ ہزار افراد سے زیادہ خودکشی کر رہے ہیں، دوسرے مسلم ممالک کی بھی صورت حال اس سے مختلف نہیں۔

یہ صحیح ہے کہ خودکشی کے اسباب میں غربت، معاشری تینگی اور خراب خاندانی حالات کو بھی عمل خل حاصل ہے، لیکن اگر گھری نظر سے جائزہ لیں گے تو معلوم ہو گا کہ خودکشی جیسا اقدام دراصل روح کو آخری حد تک بیمار کرنے ہی کا نتیجہ ہوتا ہے، روح جب طاقتوں ہوتی ہے تو فرد و افراد، توکل، صبر و شکر، تحوڑے پر راضی رہنے اور ہر طرح کے حالات میں حوصلہ وہمت سے زندہ رہنے اور اللہ سے مانگنے کی نفیات کے حامل بن جاتے ہیں، اس طرح زندگی میں خیرو برکت شامل ہو جاتی ہے اور مایوسی کی نوبت کسی صورت آنے نہیں پاتی۔

قرآن میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ ہم ان کو (دنیا پرست افراد کو) مال واولاد دے

مادیت و روحانیت کی کشمکش کا زندگی کے ہر مرحلہ پر جاری رہنا

فرد کی شخصیت میں عام طور پر مادیت اور روحانیت کی کشمکش زندگی کے ہر مریض اور ہر مرحلے میں جاری رہتی ہے، فرد مادیت اور نفس پرستی کی کتنی ہی دلدل میں پھنس جائے، جب بھی اس کی شخصیت میں روح کے تقاضوں کا احساس پیدا ہو جائے، اسے ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے محبوب کی محبت کی راہ پر گامزن ہونا چاہئے، تاکہ روح کے محبت کے جذبات کی تسلیکین و شفی کا انتظام ہو سکے، اس طرح شخصیت تلاطم سے نجک، حالت ٹھہراو میں آ سکے۔

چونکہ روح جو ہری چیز ہے، جسم اس کا حصہ ہے، دونوں ایک دوسرے سے مربوط ہیں، اس لئے محبوب سے وصال کے لئے روح جوں جوں محبت کے ارتقائی مراحل طے کرتی جاتی ہے، اس کی لذت اور بے پناہ مسرت کے احساسات کا ایک حصہ سارے جسم کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، چنانچہ اعضائے جسم روح کے حالت وجود کے اثرات محسوس کرنے لگتے ہیں، بلکہ حالت وجود میں اس کا ساتھ دینے لگتے ہیں۔

روحانیت کے ادراک کا سلب ہو جانا

موجودہ دور جس میں ہم رہ رہے ہیں، اس میں نہ صرف یہ کہ مادی ضروریات اور روحانی ضروریات کے درمیان توازن بگڑ گیا ہے، بلکہ حقیقتاً یہ دور مادہ پرستی کے غلبہ کی صورت اختیار کر چکا ہے اور افراد معاشرہ سے سرے سے روح کی ضروریات کا ادراک ہی سلب ہو گیا ہے۔

روح اپنی خالق ہستی کے بغیر رہ نہیں سکتی

روح کی ساخت کچھ اس قسم کی ہے کہ وہ اپنی خالق ہستی (جو اس کی محبوب ترین ہستی بھی ہے) وہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتا، اس لئے روح کی ضروریات سے اعراض و انکار کا لازمی نتیجہ بے شمار باطنی، روحانی، اخلاقی، نفسیاتی اور ذہنی بیماریاں ہیں، جو روح و روحانیت کی عدم تسلیکین کا لازمی نتیجہ ہیں۔

روح کا ہر صورت میں اپنے جذبات محبت کی تسلیکین چاہنا

ہم چاہیں یا نہ چاہیں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ روح ہر صورت میں اپنی ضروریات اور

سے بچا جا سکتا ہے اور مزاج کو مادیت کے زہر اور اس کے فساد سے بھی محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ مادیت کا جنون ایسی رُدائی ہے کہ اس کے بعد فرد میں جتنی بھی بُرا یاں بیبا ہو جائیں، کم ہیں، اس نے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ دنیا کی محبت ساری بُرائیوں کی جڑ ہے۔

دوسری صورت میں مادیت کی جلائی ہوئی آگ میں جلتے رہنا، فاسد اور منفی جذبات و احساسات کے زیر اثر زندگی کا تلخ سے تلخ تر ہونا، بلکہ زندگی کو زہر لیلے اثرات سے بچانا ممکن نہیں۔

انسانیت کو مادہ پرست بنانا علمی سرمایہ دار کی ضرورت ہے

مادیت پرستی کی تحریک اس وقت عالمگیر کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ انسانیت سے روحانیت کے جو ہر کو سلب کر کے اسے مادہ پرست بنانا، یہ علمی سرمایہ دار کی ضرورت ہے اور اس کے مقاصد میں شامل ہے۔ علمی سرمایہ دار کے پاس دنیا کی اسی فیض سے زیادہ دولت کے خزانے موجود ہیں۔ وہ اس دولت کو اپنے مقاصد کے لئے پوری منصوبہ بندی سے استعمال کر رہا ہے، اس نے کہ دولت سے مزید دولت کمانے کی صورت بھی ہے کہ انسانیت سے اس کے فطری اور روحانی تقاضے چھین کر، اسے مادہ پرست انسان بنایا جائے، تاکہ اس کی انٹریشنری، اس کی صنعت اور کاروبار کو ترقی حاصل ہو اور دنیا پر اس کی حکمرانی کا خواب مکمل طور پر پورا ہو۔

مادیت پرست تحریک سے متاثر افراد چاہے کتنے ہی مذہبی ہوں اور چاہے ظاہر کچھ مذہبی مراسم بھی بجالاتے ہوں، لیکن وہ وجود انی، ذہنی اور عملی طور پر علمی سرمایہ دار کی اس مادہ پرست تحریک کا حصہ ہی ہوتے ہیں۔

مادہ پرستی کی تحریک کے بڑے بڑے مرکز

مادیت پرستی کی اس تحریک کے بڑے بڑے مرکز جدید تعلیمی ادارے (جو علمی سطح سے لے کر دنیا کے لگ بھگ ہر ملک میں قائم ہیں) انٹرنیٹ، سوشن میڈیا، پرنٹ میڈیا، اشاعتی ادارے، سینما گھر، تفریجی پارک، تجہیز خانے، وغیرہ شامل ہیں۔

مادیت پرستی کے ان مرکز کی سب سے خطرناک اور منفی خصوصیت یا تاثیر یہ ہے کہ جو فرد بھی ان مرکز سے تعلق قائم کرے گا اور اس کے اس تعلق میں جوں جوں اضافہ ہوتا جائے

کہ دنیا میں ہی عذاب دینا چاہتے ہیں۔

روح کی تسکین کے ذریعہ مادیت کی پیدا کردہ خوف زدگی سے نجات پانا

فرد جب دل کو اللہ کی محبت سے سرشار کرنے کی راہ اختیار کرتا ہے تو اس سے وہ مادیت کے رعب، اس کی دہشت و خوف زدگی بلکہ صحیح معنی میں مادیت پرستی کے عذاب سے محفوظ ہو کر خوشی و مسرت کی نئی زندگی سے آشنا ہو جاتا ہے، خوشی و مسرت کی یہ نئی زندگی ایسی ہے، جس سے زندگی پاکیزگی کا نمونہ بن جاتی ہے۔

فرد کا ماحول کی پیداوار ہونا

لیکن اس کے لئے ضرورت ہے کہ صالح لوگوں اور روحانیت کے حامل افراد کی صحبت اختیار کی جائے اور ان کی صحبت کے ماحول کو ترجیح دی جائے، چونکہ فرد ماحول ہی کا پیداوار ہوتا ہے، اس نے وہ جس ماحول کا حصہ بننے گا، اسی ماحول کا رنگ اس پر غالب ہوتا جائے گا۔

فرد کا زندگی کے کسی بھی مرحلہ پر صالح ماحول کا حصہ بننا

فرد کے اندر اللہ نے یہ طاقت رکھی ہے کہ وہ جب بھی چاہے، مادہ پرستی کے ماحول سے کٹ کر صالح صحبت کے ماحول کا حصہ بن سکتا ہے، اس کے لئے ہمت و حوصلہ کی ضرورت پڑتی ہے، فرد و افراد کی دونوں جہانوں کی بھلاکیاں اسی سے وابستہ ہیں۔

مادی سرگرمیوں کو زندگی کا محور بنانے سے مزاج میں فساد کا بربپا ہونا

یہ کہتے سمجھتا از حد ضروری ہے کہ مادی اور معافی سرگرمیوں کو زندگی کا محور و مرکز بنانا اور اس فکر کو سارے افکار پر غالب کرنا، یہ ایسی چیز ہے، جو مزاج میں فساد برپا کر دیتی ہے اور طبیعت کو اعلیٰ روحانی و پاکیزہ مقاصد سے اچاٹ کر دیتی ہے۔ یقیناً یہ تلخ حقیقت ہے کہ سرمایہ داری نظام نے جو ماحول پیدا کیا ہے، وہ خالص مادیت پرستی والا ماحول ہے، اس نے لگ بھگ ہر فرد کو ایک ہی فکر سے سرشار کر دیا ہے، وہ فکر دولت کمانے اور دنیاوی زندگی کو راحت سے بھر پور کرنے کی فکر ہے، لیکن اللہ نے افراد میں روحانیت کا جو جو ہر کھا ہے، اگر روح کی صلاحیتوں کو بیدار کرنے اور تزکیہ کی راہ اختیار کی جائے تو مادیت پرستی کی دوڑ سے آسانی

فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص کامل مومن نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اپنے لئے جو کچھ چاہتا ہے، وہی کچھ اپنے دوسرا بھائی کے لئے نہ چاہے۔ جب کہ مادیت کی تحریک سے متاثر جدید انسان آخری حد تک خود غرضی کی پیاری میں بٹلا ہے، وہ اپنے دوسرا غریب بھائیوں کی مدد کو تباہ کر سمجھتا ہے۔ اس کا پڑھتی چاہے بھوکوں مرتا رہے، لیکن جدید انسان کی تعاون و مدد کی انسانی حس کسی بھی صورت میں بیدار نہیں ہو پاتی۔

اسلام مسلمانوں کو ملت واحدہ قرار دیتا ہے اور حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ جسے مسلمانوں کے مسائل سے ڈچپنی نہیں وہ ہم میں سے نہیں۔ اس کے عکس جدید انسان اپنی فکر کے علاوہ دوسرا سارے افکار سے بے نیاز ہے۔ اسے اپنے مناد کے علاوہ دوسروں سے کوئی سروکار نہیں۔

اسلام، اسلامی تہذیب کے علاوہ دوسری تہذیبوں کے کسی بھی حصہ کو اپنانے یا اسے اچھا سمجھنے کو دائرہ اسلام سے نکل جانے جیسا گناہ کبیرہ سمجھتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جو غیروں سے مشاہدہ اختیار کرتا ہے وہ ان میں شمار ہوگا، اس کے عکس مادیت کی تحریک سے متاثر انسان مغربی تہذیب پر دل و جان سے فدا ہے، اس کی شکل و صورت میں، اس کے لباس میں، اس کی معاشرت اور اس کی طرزِ معيشت میں مغربی تہذیب کا رنگ غالب ہے۔ غرض کہ زندگی کے بے شمار پہلو ایسے ہیں، جس میں مادیت سے متاثر جدید انسان اسلامی تہذیب سے دور اور مغرب کے مادہ پرست انسان سے زیادہ قریب ہے۔

روح کو غذا دینے بغیر اس کا موت کے سے حالات سے دوچار ہونا
ہمیں اپنی جدید نسلوں کو یہ نکتہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ روح کو مخلصانہ عبادت و اطاعت اور ذکر و فکر کی صورت میں غذا دینے بغیر مادیت اور مادی وسائل کے حصول کے لئے جو بھی جدوجہد ہوگی، وہ روح کو موت کے سے حالات سے دوچار کر دے گی، اس لئے مادی ضروریات اور روحانی ضروریات کے درمیان کسی حد تک توازن پیدا کرنا ناگزیر ہے، یہ نکتہ ایسا اہم ہے، جو زندگی اور موت کے سوال کی حیثیت رکھتا ہے، اہل مغرب کی نقلی میں جن سڑگی اور اپنے آپ کو پیسے کانے کی مشین سمجھنا یا قناعت و سادگی سے زندگی گزارنے کے سلیقہ سے محروم ہونا یا دنیا کے حصول کو زندگی کا نصب لعین سمجھنا، یہ دراصل مغرب کے مادہ پرست

گا، وہ اسی حساب سے دین و مذہب اور اس کی پاکیزہ تہذیب و تعلیمات اور پاکیزہ روحانی جذبات و احسانات سے عاری ہوتا جائے گا، اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مادیت پرستی کی عالمگیر تحریک کا حصہ بنتا جائے گا اور دین و مذہب کی روح سے دشبردار ہوتا جائے گا، ایسے افراد پر پاکیزہ اسلامی تعلیمات اور پاکیزہ روحانیت کے حوالے سے وعظ و نصحت کی باتیں اثر انداز نہیں ہوتی۔

مادہ پرستی کے مرکز سے تعلق رکھنے والے افراد کی روحانی صلاحیتوں کا سلب ہونا مثلاً اسلام عورت پر گھر کی ذمہ داریاں عائد کرتا ہے، خاوند کی خدمت، بچوں کی تربیت اور گھر کے معاملات کی تکمیل اشت، یہ کام ایسے ہیں جو عورت کی فطرت کا حصہ ہیں، جب کہ مادیت کی تحریک عورت کو ہر صورت میں مرد کے دائرة کار میں لا کر، اسے مرد کے لئے کھلونا بنانا چاہتی ہے۔ جدید انسان اسلام کی اس تعلیم کو ناقابل عمل سمجھتا ہے۔ یا مثلاً اسلام کاروبار میں ایک خاص حد تک منافع کو جائز قرار دیتا ہے اور سود کو حرام قرار دیتا ہے، لیکن جدید انسان (جس میں صنعت کار، تاجر، ڈاکٹر، وکیل اور ٹینکنیکل ماہرین وغیرہ سب شامل ہیں) وہ اپنے کاروبار اور فنی مہارت کا معاوضہ کئی سو گنا بڑھا دیتے ہیں، جس سے دولت عام لوگوں سے چھن کر دو چار فیصد افراد تک سمش کر رہ جاتی ہے اور معاشرہ اقتصادی طور پر شدید ناہمواری سے دوچار ہو جاتا ہے۔

اسلام دنیا کی زندگی کو قیامت اور سادگی سے گزارنے کی تعلیم دیتا ہے، ایک حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ جو تھوڑی روزی پر راضی رہتا ہے، اللہ اس کے تھوڑے اعمال پر راضی رہتا ہے، ایک دوسری حدیث شریف میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہلاک ہو دولت و درہم کا بندہ اور وہ گرے اور نہ اٹھے۔

جب کہ مادیت کی تحریک کا حصہ بننے والے فرد کی زندگی کا ہدف اور اس کی شب و روز کی ساری سرگرمیوں کا مرکز ہی زیادہ سے زیادہ دولت کا حصول ہے، تاکہ مادی راحت کے سامان کی زیادہ سے زیادہ صورت پیدا ہو سکے۔ اور جذبات حرص کو فروع حاصل ہو۔

اسلام اپنی دولت میں غریبوں اور مسکینوں کو حصہ دار بنانے کی تلقین کرتا ہے، تاکہ معاشرہ غربت کی وجہ سے فساد، ٹکراؤ اور تضادات سے دوچار نہ ہو، اللہ کے رسول ﷺ نے

آور اشیا کا استعمال تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ ”مپینس ریسرچ انٹیڈیوٹ“، کوپن ہیگن کے مطابق یورپی معاشروں میں تہائی کے شکار افراد کی دس برس قبل، عمریں سماں سے ۸۰ برس کے درمیان تھیں۔ لیکن اس وقت کی عمر والے افراد بھی تہائی کا شکار ہو رہے ہیں۔ بلن شہر کا احوال بیان کرتے ہوئے مقامی میدیا نے بتایا ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے پڑھی ہونے کے ناطے بھی ملنا پسند کرنے سے احتراز کرتے ہیں۔ انہیں اس بات کا علم ہی نہیں ہوتا کہ ان کے پڑھنے میں کون رہ رہا ہے اور کس حال میں ہے؟ اگرچہ برلن سمیت پورے جرمنی میں عمر سیدہ افراد کیلئے اولاد ہومز قائم ہیں۔ لیکن زیادہ تر افراد اپنے گھر پر رہنا پسند کرتے ہیں اور اس طرح وہ مزید تہائی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس حوالے سے جرمن چانسلر انجبیلا مورکل کا کہنا ہے کہ جرمن سوسائٹی میں تہائی کا روگ عکین کیفیت اختیار کرتا جا رہا ہے، جس کی روک تھام کیلئے ”انسداد تہائی کیمیشن“، قائم کیا جائے گا، جس کے تحت رضا کاروں اور باقاعدہ تجوہوں کے حامل افراد کی مدد سے معمر افراد کی تہائی دور کرنے کا اہتمام کیا جائے گا۔ جرمن سوسائٹھ سوسائٹی کے مطابق تہائی کے شکار نوجوانوں میں خود خاتمه کر لیں۔ لیکن ان کیلئے جبکہ عمر سیدہ افراد اس کی سکت تو نہیں رکھتے کہ اپنی زندگی کا خود خاتمه کر لیں۔ کیونکہ جرمن تہائی میں یہاں پڑنا اور یاسیت کا شکار ہونا ایک قسم کا ”سلو پوزن“ ہے، جس کے نتیجے میں وہ لاغر ہو جاتے ہیں۔ جرمن سماجی ماہرین نے تہائی کو ”علمی وبا“ قرار دیا ہے۔ کیونکہ جرمن شہروں میں رہنے والے زیادہ تر افراد تہائی رہتے ہیں اور سماج میں رہنے والے دیگر افراد ان سے کوئی رابطہ نہیں رکھتے۔ جرمن جریدے ”ٹاگس اپسی جیل“ کا کہنا ہے کہ حکومت نے تہائی اور یاسیت کے شکار افراد کو معاشرے میں محروم کرنے اور ان کو سوسائٹی کے اجتماعی دھارے میں لانے کیلئے کافی کوششیں کی ہیں۔ لیکن یہ بات بھی جیران کن ہے کہ رضا کارانہ طور پر تہائی افراد کی مدد کیلئے بہت کم لوگوں نے اپنی مدد کی پیشکش کی ہے۔ ۲۰۱۸ء میں تہائی کا شکار پانچ لاکھ افراد کی سماجی مدد کیلئے صرف ۳،۰۰۰ رضا کاروں نے اپنی خدمات پیش کیں جو انتہائی کم تھیں۔ (روزنامہ امت اکتوبر ۲۰۱۹ء)

یہ تجزیاتی رپورٹ بتاتی ہے کہ مغرب کے ملک فلسفروں، ماہروں اور مادیت پرست عالمی سرمایہ داروں نے انسانی زندگی سے دین و مذہب، اللہ رسول، وحی و آخرت کے عقائد نکال کر خالص مادیت کی بنیاد پر زندگی کی تشكیل کر کے اپنی ہی قوم کو دورا ہے پرکھڑا کر دیا

انسان کی نقلی کی روش ہے، جس کی جو سزا اہل مغرب کو مل رہی ہے، ہمارے لئے بھی اس سزا سے بچنا ممکن نہیں۔ اہل مغرب کو اس کی کیا سزا مل رہی ہے، اس کا اندازہ درج ذیل رپورٹ سے لگایا جا سکتا ہے۔

یورپ میں تہائی کے نتیجہ میں خودکشیوں کی تفصیل

”جرمن معاشرہ تہائی کے عذاب میں گھر، چکا ہے، جرمنی کی وزارت سماجیات نے حکومت کو ”انسداد تہائی کیمیشن“، قائم کرنے کی سفارشات بھیج دیں۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق جرمنی بھر میں پچاس لاکھ سے زیادہ افراد تہائی رہتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر کی عمر ۶۰ برس سے زائد ہے۔ جبکہ صرف دار الحکومت برلن میں تہائی کا شکار سماں ہے تین ہزار افراد ہر سال دم توڑ رہے ہیں جن کی اموات کا علم اس وقت ہوتا ہے، جب ان کی لاشیں فلیٹیوں، مکانوں اور دیکھی رہائش گاہوں میں سڑنے لگتی ہے۔ یوں تھنے سے ان کی اموات کا پتا چلتا ہے۔ جرمن سماجی ماہرین نے بتایا ہے کہ سو شل میڈیا بھی معاشرے میں تہائی پھیلانے کا بڑا ذریعہ ہے۔ حالانکہ ان کا نام ہی سماجی رابطہ ہے، لیکن ایسی سائنس کی وجہ سے لوگ اپنے گھر والوں، رشتہ داروں اور دیگر افراد سے رابطوں کو محدود کر رہے ہیں۔ جرمن حکومت کی جانب سے سروے میں بتایا گیا ہے کہ ۲۵ برس سے ۸۵ برس تک کے افراد کی بڑی تعداد تہائی کا عذاب جھیلتی ہے۔ لیکن اس سماجی مسئلہ سے نوجوان طبقہ بھی محفوظ نہیں دکھائی دے رہا ہے۔ کیونکہ ہر چار میں سے ایک جرمن نوجوان لڑکا یا لڑکی کا کہنا ہے کہ اسے سوسائٹی میں قبول نہیں کیا جاتا، جس کی وجہ سے وہ سماجی تہائی کا شکار ہو چکے ہیں۔

اولہر ”یو ایس اے ٹاؤنے“ کے مطابق امریکا میں ہر پانچوں نوجوان اور ہر تیسرا بڑھا تہائی کا شکار ہے۔ جبکہ برطانیہ میں ۹۰ لاکھ سے زائد شہری تہائی کا شکار ہیں، جن کی مدد اور فلاج کیلئے باقاعدہ ایک وزارت گزشتہ برس قائم کی گئی ہے۔ برطانوی جریدے ”گارجن“ کا کہنا ہے کہ امریکا میں معمر افراد کے ساتھ ساتھ نوجوانوں میں بھی تہائی کی شکایت پھیل رہی ہے اور معاشرے کا نصف حصہ تہائی کا شکار ہو چکا ہے۔ ”یورونیوز“ کے مطابق دنیا کے خوش ترین ممالک میں شمار ہونے والے ڈنمارک، فن لینڈ، ناروے، سویڈن اور آئس لینڈ میں بھی تہائی کا عذاب پھیل رہا ہے۔ تہائی کے شکار افراد میں سکریٹ نوشی، شراب نوشی اور دیگر نشہ

کہ وہ از خود نہیں بنی، بلکہ کسی کے بنانے سے ہی بنی ہے۔ لیکن انسان اور اتنی بڑی کائنات کے بارے میں یہ سمجھا جائے کہ وہ از خود بنی ہے، اس کا کوئی خالق موجود نہیں۔ نیز زندگی محض اتفاق کے طور پر موجود میں آتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسانی شخصیت میں ہزارہا راز و اسرار موجود ہیں، نیز اب تک انسان پر کائنات کے کروڑا اربا حصوں میں سے ایک معمولی حصہ آشکار ہوا ہے، جسے سائنس خود مانتی ہے۔ انسان کی تخلیق، اس کی شخصیت اور کائنات کے اتنے عظیم الشان نظام کو محض عقل و عقليت کے ذریعہ سمجھنا اور ایمان بالغیب اور وحی کا انکار کرنا، سب سے بڑی نادانی ہے اور انسانیت کو درپیش سارے بحرانوں کا موجب ہے۔

مغرب کے دانش اور اس کے سرمایہ دار کا جرم

مادیت کو معبد قرار دے کر ہر وقت اس کی پرستش کرنا اور طاقتور ترین میڈیا اور اپنی دولت اور عسکری قوت کے ذریعہ پوری انسانیت کو مادہ پرستی کی راہ پر لانا نیز اس مقصد کے لئے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرنا، یہ مغرب کے سرمایہ دار اور مغرب کے دانش کا اتنا بڑا جرم ہے کہ اس جرم کی سزا کے طور پر اگر اللہ کی طرف سے اہل مغرب کو موت کے گھٹا اتار دیا جائے تو یہ اس کی کم سے کم سزا ہے۔

عقلیت پسندی اور حریت پسندی کے نام پر انسانیت سے اس کے شہرگ سے زیادہ قریب اللہ کی ہستی کے عقیدہ کو سلب کرنا اور اسلام جیسی پاکیزہ تہذیب کو مٹانے کے لئے ساری تو نائیوں کا استعمال ہونا، مسلمانوں کو غیر مسلم بنانے کے لئے آخری حد تک کاوشیں کرنا، یہ حریت پسندوں کے لئے ہرگز زیبانیں۔

جدید انسان کا اندر سے کھوکھلا ہو جانا

جدید مادی انسان کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ اندر سے کھوکھلا ہو چکا ہے، اس کا باطن دیران ہے، وہ مزاج کے خلاف باتوں اور رویے کو برداشت کرنے کے حوصلہ سے محروم ہو چکا ہے۔ جس کا نتیجہ عمل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ باپ بیٹوں سے نالاں رہتا ہے، بیٹا باپ سے شاکی رہتا ہے، شادیاں چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے ناکام ہو رہی ہیں، دوستیوں کا نتیجہ دشمنی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، خاندانی نظام بکھر چکا ہے۔ کوئی کسی کو بڑا

ہے، جہاں مایوس اور زندگی سے بیزاری کے علاوہ کوئی راہ بھجانی نہیں دیتی۔ یہ روپوٹ ایسی ہے کہ جس پر انسانیت کی حالت زار پر دردمند فرد خون کے آنسو بہانے لگتا ہے۔

مادیت پرستی کی آگ بڑھا کر اپنی قوم کو دردناک عذاب میں بٹلا کرنا

مغرب کی دانش اور سرمایہ دار نے مادیت پرستی کی آگ بڑھا کر اپنی قوم کو کس قدر دردناک عذاب میں بٹلا کیا ہے۔ کیا مغرب کی دانش اس وقت بیدار ہوگی، جب بیک وقت لاکھوں انسان ایک ہی جگہ خود کشی کرنے کے لئے جمع ہوں گے، کیا اتنا عگین مسئلہ محض کمیش بنانے سے حل ہوگا؟

موت کے سے حالات پیدا ہونے کے بھرائی انسانیت کا بھرائی ہونا

مغرب کے انسان کا موت کے سے حالات سے دوچار ہونے کا یہ بھرائی محض اہل مغرب کا بھرائی نہیں ہے، بلکہ پوری انسانیت اس بھرائی کی لپیٹ میں ہے، اس لئے کہ علوم و فنون، تعلیم و تربیت، ذہن سازی، سائنسی تحقیق اور اشیائے کائنات میں موجود قدرتی قوانین کی تلاش کے کام سے اللہ کے تصور کو نکالنے اور ساری میڈیا سے ہر وقت مادیت پرستی کی روح پھوکتے رہنے کا کام مغرب ہی کی سرپرستی اور اس کی منصوبہ بندی سے ہو رہا ہے۔ اس کا نتیجہ انسانیت کا مادہ پرستی کی آگ میں جلتے رہنے، احساس تہائی احساس بے گاگی میں اضافے اور بے شمار ذہنی و فیضیاتی بیماریوں جس کا آخر کار خود کشی تک نوبت پہنچنے کے علاوہ کوئی دوسرا نتیجہ نکل ہی نہیں سکتا۔

علوم و فنون میں توحید کے عقیدہ کو شامل کئے بغیر عقل کا بھٹکتے رہنا

جب تک عقل کو وحی کے تابع بنا کر، انسان اور کائنات کو سمجھنے اور تلاش و تحقیق کا کام نہیں ہو گا اور علوم و فنون کو خالق کائنات تک رسائی کا ذریعہ نہیں بنایا جائے گا، اس وقت تک عقل بھٹکتی رہے گی اور وہ نفسی قوتوں کی یہنگال بن کر انسانیت کو نئے نئے حادثات سے دوچار کرتی رہے گی اور اسے اپنی اصلیت سے دور سے دور تر کرتی رہے گی۔

عجیب ترین بات ہے کہ دنیا کی معمولی سی معمولی چیز کے بارے میں بھی تو یہ عقیدہ ہو

ہیں۔

حالانکہ ابھے اور فرض شاس مسلمان آفیسر، مسلمان حکمران، مسلمان تاجر، مسلم سیاستدان، مسلم صحافی و مسلم دانشور و مسلم پروفیسر کے لئے ترکیہ اور روحانی بالیدگی کے لئے نفسی قوتوں پر قابل ذکر حد تک فتحیابی کا حاصل ہونا ناگزیر ہے، اس کے بغیر مادیت اور نفایت سے بچاؤ کی صورتیں مسدود ہیں۔

مسلم امت اور انسانیت کو درپیش چیلنج

موجودہ دور میں مسلم امت بلکہ خود انسانیت کو سب سے بڑا چیلنج جو درپیش ہے، وہ یہ ہے کہ مادیت پرستی کی طوفانی اہریں جس نے انسانیت کی چولیں ہلا دی ہیں اور انسانیت کو موت کے سے حالات سے دوچار کر دیا ہے اس سے بچاؤ کی تدبیح اختیار کی جائیں اور اس کی طرف دعوت دی جائے، بلکہ انسانیت کے ساتھ سب بڑی بھی خواہی یہی ہے کہ اس کے سکون کے داخلی نظام کی بحالی کے ذریعے اسے زندگی اور موت کے سے حالات سے بچایا جائے، چونکہ اہل مغرب کے پاس زندگی کے مادی نقطہ نگاہ اور عقل و عقليت کے ناپائیدار سرمایہ کے علاوہ اور کوئی قابل ذکر چیز نہیں ہے، وہ خدا پرستی پر بنی معاشرے میں ترکیہ نفس کے کام جسے دوسرے الفاظ میں اپنی تہذیب سے ہم آہنگ ثاقفتی تبدیلی کے کام کی سخت ضرورت ہے وہ روحانیت اور اسلام کی پاکیزہ اقدار سے محروم ہیں، اس لئے یہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مادیت کی تیز لہوں سے مقابله کے سلسلے میں داخلی و روحانی طور پر خود بھی مستحکم ہوں تو انسانیت کو بھی اس کی دعوت دے کر، اسے اس ہولناک بحران سے بچانے کی راہ نکالیں۔

اسلامی تہذیب اور روحانیت کے بغیر ریگستان میں پانی کی تلاش میں مارا مارا پھرنا خدا پرستی پر بنی روحانیت اور پاکیزہ اسلامی تہذیب کے بغیر افراد کی مثال اس وسیع ریگستان کی طرح ہے، جہاں پانی کی تلاش میں افراد مارے پھرتے رہیں۔ بالآخر وہ موت کا شکار ہو جائیں۔

کافی وقت پہلے کا واقعہ ہے کہ اخوان المسلمون کے ایک دانشور نے جو امریکہ میں رہتے تھے، انہوں نے اپنے گھر پر مغربی اہل علم کو دعوت دی اور ان کے ساتھ ایک نشست کا

مان کر، اس کے تجربات و مشاہدات اور حکمت پر بنی مشوروں کو اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں، ہوشیاری اور ذہانت کو دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے، ضمیر کی قوت مردنی کا شکار ہے۔

مادیت پرستی کے حامل فرد کا اپنی ذات کا اسیر ہونا

مادیت پرستی کا ایک نقصان یہ ہوتا ہے، کہ انسان اپنی ذات کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے، وہ جسم و جان کی راحت کے سامان کی ٹکر سے بلند ہونے کے لئے تیار نہیں ہوتا، اس سے انسانیت کا درد اور اس کا احساس سلب ہو جاتا ہے، اس کی ساری زندگی ذاتی مفادات کے تابع ہوتی ہے، ہر ایسا کام، جس سے ذاتی مفادات وابستہ نہ ہوں، اس سے اس کی طبعی مناسبت ختم ہو جاتی ہے۔ انسانیت کے کام نہ آنا، اس پر ترس نہ کھانا، غریب اور مفلس کو اس کی حالت زار پر رہنے دینا، یہ اس دور کے بڑے الیوں میں سے ایک الیہ ہے۔ حدیث شریف ہے کہ اللہ کی مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، جو اللہ کی مخلوق کے لئے بہتر ہے، وہ اللہ کی نظر میں بہتر ہے“ اللہ کی غریب و بے بس مخلوق کی بجائے دولت اور راحت کے ذاتی سامان اور ذاتی مفادات کی تسلیکیں ہی کو سب کچھ سمجھنا، یہ مادیت پرستی اور مادی تہذیب ہی کا کرشمہ ہے۔

مفادات کی بنیاد پر ٹکراؤ کا ہونا

افراد کو انفرادی سطح پر دیکھا جائے یا قوموں اور ملکوں کی سطح پر، ہر جگہ مفادات کی بنیاد پر ٹکراؤ ہی ٹکراؤ نظر آئے گا، یہ ٹکراؤ انسانیت کی تذیلی ہی کا باعث بن رہا ہے۔

مؤثر طبقات کا روحانی بالیدگی کی بات سننے پر آمادہ نہ ہونا

مؤثر طبقات کی طرف سے اللہ کی بے بس مخلوق کی معاونت نہ کرنا، ان کی دلجوئی نہ کرنا، اس سے محبت نہ کرنا، یہ سارے کام ایسے ہیں، جو روح کی بالیدگی اور نفس کے ترکیہ سے ہی ہو سکتے ہیں، اس دور میں روح کی بالیدگی اور ترکیہ نفس کی بات ہی ایسی ہے، جس کے سننے کے لئے آمادگی موجود نہیں، اس لئے کہ دلوں، ذہنوں اور نفیسیات پر مادیت کا نشہ سوار ہے، ہمارے ریاضتی اور قومی اداروں سے وابستہ افراد کی بہت بڑی تعداد کی حالت یہ ہے کہ وہ ترکیہ نفس اور روحانی بالیدگی کی بات سننے ہی آزردہ خاطر اور جھنجلاہٹ کا شکار ہو جاتے

گامزن ہے، اس سے نفس، نفسانیت، نفسی قوتیں اور مادیت کی بے حرم طاقتیں غالب ہوتی ہیں، جو نکہ مغرب کو اس وقت دنیا پر فوپیت و برتری حاصل ہے، سو شل میدیا اور انٹرنیٹ وغیرہ کے اختیار اس کے پاس ہیں، اس لئے مغرب پوری انسانیت کو روح کی قیمتی متاع سے محروم کر کے، اس پر نفس کی حیوانی وجہی قوتیں مسلط کرنا چاہتا ہے، یا ان قتوں کے نذر کرنا چاہتا ہے اور اس میں وہ بڑی حد تک کامیاب ہوا ہے، اس کا لازمی نتیجہ ملکوں، قوموں اور شہروں سے لے کر محلہ کی سطح تک حیوانی، جعلی اور بے لالگ جنسی جذبات اور مادیت کے مظاہر کی صورت میں سامنے آیا ہے، روحانیت کی عظیم متاع سے محروم ایسی ہے، جو انسانیت کو جتنے بھی المیوں، سانحون اور بحرانوں سے دوچار کرے کم ہے، اس لئے کہ جسم کو مادی راحت اور لذت کا جتنا بھی سامان فراہم کیا جائے، اس کی تسلیم و تشقی کی صورت پیدا نہیں ہو سکتی، یہ روح ہی ہے جو جسم، اعصاب، نفیات، اور عقل کو اپنے اجزاءے حسن سے بہرہ ور کرتا ہے اور ان کو حالت اعتدال میں رکھتا ہے، انسانی شخصیت سے روح کے جوہر کو نکالنے کے بعد انسان بے حس مادہ ہی بن کر رہ جاتا ہے۔

مادیت کی تحریک کا بڑا ہدف عورت کی مکمل آزادی

مادیت کی علمی تحریک مغرب میں تو عرصہ ہوا خاندانی نظام کی تباہی اور عورت کو بے لالگ جنسی جذبات کی تسلیم کی راہ پر گامزن کرنے میں کامیاب ہو چکی ہے، اب اس تحریک کا اصل نشانہ مسلمان ممالک ہیں۔

مسلمان ممالک میں بھی یہ تحریک مختلف مراحل طے کر کے کافی آگے بڑھ چکی ہے، اب حالت یہ ہے کہ عورت کو گھر کی ذمہ داریوں کی طرف لانے کی بات کرنے والوں کو فرسودہ سمجھا جانے لگا ہے، اس لئے کہ عزت کا معیار یہ ہو گیا ہے کہ لڑکی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو، ساتھ ساتھ وہ ملازمت پیشہ بھی ہو، کافی سال پہلے (۱۹۹۳ء میں) اقوام متحده کی تیسری عالمی خواتین کانفرنس قاہرہ میں ہوئی تھی، جس میں درج ذیل سفارشات پیش کی گئی تھیں، کیم عورت کو اس قاطع حمل کا قانونی تحفظ دیا جائے، دوم مانع حمل ادویات و آلات کی کھلمن کھلا اور عام فرائیں یقینی بنائی جائے۔ سوم بن بیانی ماوں کو سماجی تحفظ فراہم کیا جائے، چہارم ہم جنس پرستی کو قانونی طور پر تسلیم کیا جائے۔ عالمی خواتین کی چوتھی کانفرنس اقوام متحده کے تحت پہنگ

اهتمام کیا، اس موقعہ کو غنیمت جان کر، انہوں نے ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی، انہوں نے کہا کہ اسلام کے سیاسی نظام میں یہ یہ نبیادی خصوصیات موجود ہیں، اسلام کا عدالتی نظام ان نکات پر مبنی ہے، وغیرہ وغیرہ، نشست میں شریک امریکی اہل علم نے ان سے کہا کہ ہمارے پاس بہترین سیاسی وعدالتی نظام موجود ہے، ہم معاشی خوشحالی کے اعتبار سے بھی، بہتر سے بہتر حالت میں ہیں، آپ کے پاس اگر ہمارے باطنی احساسات کی پاکیزگی کا پروگرام موجود ہو، جسے اہل مشرق کی روحانیت کہتے ہیں، اگر یہ روحانیت آپ کے پاس موجود ہو تو اس کا کچھ حصہ ہمیں عطا کریں، تاکہ ہماری باطنی زندگی میں جو زہریلے اثرات اور فساد برپا ہو گیا ہے، اس سے بچاؤ کی صورت پیدا ہو، یہ آپ کا ہم پر بہت بڑا احسان شمار ہو گا۔

ای طرح کا واقعہ اشراق احمد صاحب کا بھی ہے، جو ٹی وی میں پروگرام پیش کرتے تھے، وہ پاکستان آنے سے پہلے کینڈا میں کالج میں استاد تھے، ان کا کہنا ہے کہ میں وہاں کبھی کبھار اساتذہ کے سامنے اسلام کی بات کرتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ بھائی، ہمیں اسلام کے روحانی نظام کے بارے میں بتائیں (اس لئے کہ ہمارا باطن ویران ہے، اس کی تسلیم کی کوئی صورت بتائیں) لیکن اشراق احمد صاحب خود اسلام کی روحانیت سے ناشتا تھے، اس لئے وہ ان کو کیا بتاتے، ان کا کہنا ہے کہ ان کے اصرار نے مجھے مجبور کیا کہ میں پاکستان آکر پاکستان بھر کی خانقاہوں میں جاؤں اور خدا پرستی پر مبنی روحانیت سے بہرہ ور ہوں، الحمد للہ ملاش کے بعد ان کو ۱۳ سال تک ایک بزرگ کی صحبت حاصل ہوئی، جس سے ان کی زندگی میں انقلاب برپا ہوا، انہوں نے ٹی وی میں ڈراموں کے ذریعہ اسلام کی روحانیت اور اس کے تزکیہ نفس کے پیغام کو بہت مؤثر طور پر پیش کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جدید بالصلاحیت اور ذین افراد اگر تزکیہ نفس اور روحانی بالیگی کی راہ اختیار کریں تو ہم اپنے معاشرے اور خود انسانیت کو اپنی پاکیزہ تہذیب سے بہت بہتر طور پر آشنا کر کے، ان کی زندگیوں کو مادیت کے زہر اور اس کے ہولناک فساد بچا سکتے ہیں۔

روح، مغرب کی گم شدہ میراث
اور پوری انسانیت کو اس میراث سے محروم کرنے کی کاوشوں کا ہونا
روح، مغرب کی گم شدہ متاع ہے، مغرب محض انسانی جسم کو توانا کرنے کی راہ پر

گھر بیو زندگی میں اعتدال و توازن کا فقدان، مردوں کے ارتباٹ باہمی میں فساد و اختلال، گھر بیو زندگی سے عورتوں کی بے توہینی اور اس کی ذمہ داریوں سے فرار۔ تاریخ میں جتنی بھی زوال پذیر تہذیبیں پتی و انحطاط اور تباہی و بر بادی کی طرف تیز قدموں سے بھاگتی ہوئی تو میں نظر آتی ہیں، وہاں یہ بیماری ضرور پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہے کہ عورتوں نے گھر بیو معاملات سے فرار اور اس کی ذمہ داریوں سے پہلو تھی شروع کر دی، وہ مامتا کے جذبے سے محروم ہو گئیں، اولاد کی پروش و پرداخت اور نئی نسل کی تربیت اور اس کی ذمہ داریوں سے گیریز کرنے لگیں اور اپنے گھر کو سکون و اطمینان کا گھر بنانے سے غافل ہو گئیں، وہ مردوں کی ذمہ داریوں اور ان کی کارگزاری کے میدانوں میں برابر کی شرکت، ان کی ہم سفری، ہر میدان میں ان کے دوش بدوش کھڑے ہونے، بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں ان کا مقابلہ کرنے کے شوق میں پاگل ہو گئیں۔ اس کے نتیجے میں ان معاشروں میں ذہنی و فکری انتشار، عام لاقانونیت، انارکی اور اخلاقی بحران پیدا ہو گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ ہلاکت کے غار کی طرف بڑھتے ہوئے ان کے قدم اور تیز ہو گئے۔ یہی قدیم یونانیوں کی کہانی ہے۔ یہی قدیم رومیوں اور ایرانیوں کے زوال کی داستان ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں مشرقی قومیں بھی اس دردناک انجام سے دوچار نہ ہوں اور رنج و فکر کی بات یہ ہے کہ ہمارے مشرقی اسلامی معاشرے میں اس کے آثار ظاہر بھی ہو چکے ہیں۔” (دریائے کامل سے دریائے یرمونک تک۔ ص ۳۲۷۳۲)

مادی تہذیب اور فکر کے اثرات

مغرب کی تہذیب پونکہ سراسر مادی تہذیب ہے اور مغربی فکر مادیت پر مبنی ہے، اس لئے اس تہذیب اور اس فکر کے کسی بھی ایک حصہ کو اختیار کرنے کے بعد یہ سمجھنا کہ اس سے ہم اپنی پاکیزہ اسلامی تہذیب پر بھی قائم رہ سکیں گے اور اس سے دستبردار نہیں ہوں گے تو یہ خام خیالی ہے اور بڑی غلط فہمی بھی۔ مثلاً ماڈرن ازم مغربی تہذیب کا ایک اہم حصہ ہے، ماڈرن ازم کو اختیار کرنے کے بعد رفتہ رفتہ مغربی تہذیب کے وہ سارے اثرات افراد کی زندگیوں میں آنا شروع ہوجاتے ہیں، جو اس تہذیب کا خاصہ ہیں، اس سے مغرب سے مرعوبانہ ذہن پیدا ہوتا ہے اور اپنی پاکیزہ تہذیب کے بارے میں احساس کمتری کی نفیسات جنم لینے لگتی ہے، معاشرت اور معاشرتی زندگی میں اہل مغرب کے رنگ ڈھنگ آنا شروع ہوجاتے

میں ہوئی تھی، اس میں بھی اس طرح کی سفارشات کی گئی تھیں۔

جبیسا عرض کیا گیا کہ مادیت کی عالمی تحریک کا ایک بڑا ہدف عورت کی مکمل آزادی، اسے مرد کے دائرہ کار میں لا کر، مرد کے لئے کھلونا بنانا، عورت کے شرم و حیا و عفت کے جذبات و احساسات کے خاتمہ کا ہونا، بے لाग جنسی جذبات کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو ختم کرنا، خاندانی نظام کی تباہی، نکاح کے بغیر جنسی جذبات کی تکمیل کی حوصلہ افزائی کرنا، عورت اور اس کی تصویر کو کاروباری مقاصد کے لئے استعمال کرنا وغیرہ شامل ہے۔

قوموں کی تباہی میں عورت کی آزادی کا کردار

عورت کی آزادی، مرد و عورت کے درمیاں مساوات کا نفرہ اور عورت کو مرد کے دائرة کار میں لا کر کام کرنے کی روشن، دراصل دین و مذہب اور پاکیزہ اسلامی تہذیب کے سراسر منافی ہے، اس لئے کہ ان دونوں کو آزادی کے موقع دینے کا نتیجہ بھلی کی بر قی رو کی غلط تاروں کو آپس میں ملانے سے متراوٹ ہے، جس کے نتیجے میں ایسا دھماکہ ہوتا ہے کہ اردوگرد کا علاقہ اس دھماکے سے جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔

مغرب نے عورت کی آزادی کا جو نتیجہ بھلتا ہے، وہ تو سب کو معلوم ہے کہ عورت و مرد احساس تہائی کی آخری حدود تک پہنچ چکے ہیں اور میاں یہوی جو زندگی کے ہر موڑ پر ایک دوسرے کو سہارا، تسلی اور حوصلہ دیتے ہیں، ان کا یہ سشم تباہی سے دوچار ہے، لیکن اب خود مسلم معاشرہ خاندانی نظام کی ٹوٹ پھوٹ کے خطرے سے دوچار ہے، اس موضوع پر عالم اسلام کے مفکر مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ نے بہت عمدہ گفتگو فرمائی ہے، یہاں اس کا اقتباس پیش کیا جا رہا ہے، واضح ہو کہ مولانا نے یہ ۱۹۷۳ء میں کابل میں اپنے دورہ کے دوران کابل یونیورسٹی اور کالج کی خواتین کے ایک وفد سے گفتگو کرتے ہوئے فرمائی تھی۔ اس وقت کابل یونیورسٹی میں عورتوں کی آزادی کی تحریک عروج پڑتی ہے۔

”میں نے قوموں اور تہذیب و تمدن کی تاریخ (خاص طور سے قوموں کے ارتقاء و انحطاط کی تاریخ) کا مطالعہ بڑی توجہ اور انہاک سے کیا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ قوموں اور ملتوں کے زوال، ان کی تباہی و بر بادی اور انہائی ترقی یافتہ اور مسحور کن تمنوں اور تہذیبوں کے زوال اور فقاء کا سب سے اہم اور بینیادی سبب ہے، ان کے عالمی نظام کا انتشار،

ہونے کے باوجود روح و روحانیت کو جلا دینے اور خمیر کو بیدار کرنے کے لئے ذکر و فکر کی راہ پر کسی بھی طور پر آنے کے لئے تیار نہیں، مادیت کی زنجیروں نے افراد کو اس طرح جکڑ لیا ہے کہ روح موت کے سے حالات سے دوچار ہے، معاشری و معاشرتی الجھنوں نے زندگی کو فساد سے دوچار کر دیا ہے، اس کے باوجود اللہ کی محبت کی طرف آنا تو دور کی بات ہے، لوگ محبوب حقیقی سے محبت کی بات سننے ہی کے لئے بھی تیار نہیں۔

اللہ کی محبت سے دوری کی سزا اندر سے توڑ پھوڑ جانا

ایسا معاشرہ جو اپنے خالق اور اپنی محبوب ہستی سے اس قدر دور اور بیزار ہو گیا ہو، اس کے دل اور روح پر جتنے بھی انگارے گریں اور اس کا باطن جس قدر بھی محشر سے دوچار ہو، کم ہے۔

محبوب حقیقی کی محبت اور اس کے ذکر کی بات کو سننے پر آمادگی کا نہ ہونا، کوئی معمولی انحراف نہیں ہے، بلکہ بہت بڑی سُرکشی ہے اور مادیت پرستی کے زبردست اثرات کا نتیجہ ہے، اس کی سزا بھی سخت ہے کہ افراد کو اندر سے توڑ پھوڑ دیا جاتا ہے، اور انہیں نئے نئے بھانوں سے دوچار کر دیا جاتا ہے، یہ ایک طرح سے سنبھلنے اور بیدار ہونے کی مہلت ہوتی ہے، اس لئے کہ ابتلا و آزمائش ہی وہ مرحلہ ہوتا ہے، جب افراد کے لئے اپنی طرز زندگی پر ازسرنو غور و فکر کر کے، رجوع ہونے کی صورت پیدا ہوتی ہے، ابتلا کے اس دور سے فائدہ اٹھا کر سنبھلنے، بیدار ہونے اور رجوع ہونے سے انکار کی روشن اپنے ساتھ اللہ کے مزید عتاب کو لانے کا ذریعہ نہیں ہے۔

مادیت پرستی سے متصادم دین و مذہب کی گنجائش کا نہ ہونا

موجودہ مادہ پرستی کی عالمی تحریک کی ایک بڑی "خصوصیت" یہ ہے کہ اس میں دین و مذہب کی کوئی گنجائش موجود ہے، ہاں مذہب اگر پوجا پاٹ کے محدود دائرے تک ہو تو اس کے لئے گنجائش موجود ہے، لیکن سیاسی، معاشری، اقتصادی، معاشرتی، تعلیمی، ریاستی اور اجتماعی زندگی کے معاملات کے بارے میں دینی و مذہبی تعلیمات ناقابل قبول ہیں، اس طرح کا دین چونکہ سیکولرزم پر مبنی مادہ پرست تہذیب سے متصادم ہے، اس لئے اس طرح کا دین دنیا کے جس ملک اور ریاست میں بھی نافذ ہو گا، مادہ پرستی کی عالمی تحریک اسے منانے کے لئے اپنی

ہیں، اس لئے مغربی فکر اور مغربی تہذیب کے کسی بھی حصہ کو اختیار کرنے کی روشن کا ہونا، دراصل اپنی پاکیزہ تہذیب سے دستبرداری کے مترادف ہے، چنانچہ مغربی فکر اور مغربی تہذیب جو اس وقت دنیا کی غالب ترین تہذیب ہے، اس کے بارے میں حساسیت کا ہونا ناگزیر ہے، مغربی فکر اور تہذیب نے ہم سے ہزاروں نہیں، لاکھوں افراد چھین لئے ہیں، ان کے نام تو مسلمانوں کے سے ہیں، لیکن وہ کائنات کو اللہ کی تخلیق نہیں، بلکہ نیچر لی قوانین کا منطقی نتیجہ سمجھتے ہیں، ان میں سے بہت سارے ایسے افراد ہیں، جو موجودہ دور میں اسلامی تعلیمات کو ناقابل عمل سمجھتے ہیں۔ بہت سارے افراد اپنی طرز زندگی میں مغرب کی نقاہی کو ناگزیر سمجھتے ہیں۔

ایک دوسرے کو گرانے کی کاوشوں میں تیزی کا آنا

ہماری سیاست ہو یا اجتماعی زندگی کا کوئی بھی شعبہ، ہر جگہ ایک دوسرے کو گرانے کی کوششوں میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے، میڈیا اس معاملہ میں منفی کردار ادا کر رہا ہے۔ ایک دوسرے کو گرانے کے پس منظر میں اصل سبب نفسیانیت کے جذبات ہی ہیں، جو رکاوٹ سمجھا جاتا ہے، اس سے کم پر راضی نہیں، چونکہ اپنی برتری کی راہ میں دوسروں کو رکاوٹ سمجھا جاتا ہے، اس لئے دوسروں کو نشانہ بنانا ضروری سمجھا جاتا ہے، لگ بھگ ہر شخص کی یہی کہانی ہے، جب تک نفسیانیت کا شیطان غالب ہے، تب تک یہی ہوتا رہے گا، دوست، دوست سے صفات آ رہے گا، جماعتی سماحتی دوسرے سماحتی سے شاکی رہے گا، نفس کو مہذب بنائے بغیر اس کی ازالہ کی صورت پیدا نہیں ہو سکتی، بالخصوص باصلاحیت اور ذہین افراد کی اس نفسیات کو بدلتا دشوار ہے۔

یہ نفسیات اللہ کی محبت اور اس کے ذکر سے دوری ہی کا نتیجہ ہے، نفس میں موجود فاسد اثرات کے ازالہ کی صورت یہی ہے کہ اسے مہذب بنانے کے کام کو دوسرے سارے کاموں پر ترجیح دی جائے، ورنہ معاشرہ نفس کے ہمہ جھنپتی و ہمہ گیر فساد کے اثرات سے نج سکے، ممکن ہی نہیں۔

مادیت کی زنجیروں کی جکڑ بندی

اس دور کا سب سے تشویشاںک بیبلو یہ ہے کہ لوگ بے شمار مسائل و مشکلات میں بنتا

ہیں، لیکن ہمارا شکوہ یہ ہے کہ اتنے بڑے کام کے لئے ترکیہ نفس اور روحانی بالیدگی کا جو خصوصی اہتمام ہونا چاہئے، اس کی طرف توجہ نہ ہونے کے برابر ہے، مغربی فکر کے مقابلہ میں اسلامی فکر کی پیشکش کا کام تو بہتر طور پر ہوا ہے، لیکن روحانی قوت، ایمانی قوت، ترکیہ نفس اور اللہ کی محبت کا مجاز سرد ہے، اس کام کو دین کے بنیادی کام کی حیثیت نہ دینے کی وجہ سے ہی اسلامی تحریکیں اپنے کارکنوں کی سیرت و کردار کو مستحکم کر کے، معاشرہ پر انداز ہونے میں ناکام ہیں۔

17

اسلامی تحریک کے اصل ہتھیار

اسلامی تحریک کے اصل ہتھیار تعلق باللہ، ترکیہ نفس، سیرت و کردار کی پاکیزگی، اخلاص، للہیت، دعویٰ کام کو فیصلہ کن اہمیت دینا، اللہ کے بندوں کی دین و دنیا کی بہتری کے لئے حریصانہ حدود تک آرزوں کا ہونا، اقامت دین کے لئے اخلاص و استقامت سے کام کرتے رہنا، خودنمایی و ناموری سے دور ہونا، جدید چیخنگ کی نوعیت کو سمجھنا اور اس سے مقابلہ کے لئے بہتر سے بہتر حکمت عملی تشكیل دینا، تنظیم کا استحکام، کارکنوں کی اخلاقی و روحانی تربیت کا خصوصی اہتمام ہونا، سیاست کو دین کا کلی کام سمجھنے کی بجائے، اسے دین کے ایک شعبہ جاتی کام کی حیثیت دینا، معاشرے کی اسلامی بنیادوں پر تعمیر و تکمیل کے کام میں توانائیوں کا استعمال ہونا، تعلیمی و تربیتی اداروں کو سیرت سازی و کردار سازی کا ذریعہ بنانا وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

اگر اسلامی تحریکیں اس ترتیب کو پیش نظر رکھ کر کام کریں تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ نہ صرف معاشرے کو پاکیزہ کردار کے حامل افراد فراہم کر سکیں گے، بلکہ اس سے معاشرے میں ان کی موجودہ قوت و حیثیت سے کئی سو گنا زیادہ اضافہ ہو گا، اس لئے کہ صدیوں سے مسلم معاشرے میں کام کرنے والی مصلح شخصیتوں نے انہی بنیادوں پر ہی اسلامی تحریک چلائی ہے، اس طرح وہ اسلامی تسلسل کو ہم تک پہنچانے کا موجب بنے ہیں۔

ایک مرحلہ پر آ کر روح اور نفس کی ضروریات کا یکساں ہونا

روح کی محبوب حقیقی کے لئے وارثگی اتنی زیادہ ہے کہ جس دن اسے ذکر فکر اور عبادت کی مطلوبہ خوراک نہیں ملے گی، اس دن روح یا تو سخت افسردہ اور بے قرار ہو جائے گا یا نفس کی خواہشات اس پر غالب ہو کر مادی حسن پر فریفہتہ ہونے لگے گی، حضرت نظام الدین

عسکری قوت استعمال کرے گی، جس طرح اس نے افغانستان میں استعمال کی یا الجبراہ اور مصر میں اپنی آہل کار مقامی فوج کے ذریعہ اسلامی تحریکیوں کو کچلنے کے لئے طاقت استعمال کی۔

ساری سرمایہ کاری کا مادی خواہشات کو بھڑکانے کے مقصد کے تحت ہونا

مادہ پرست عالمی تہذیب کے علمبرداروں کی ساری سرمایہ کاری انسانوں کی مادی خواہشات کو بھڑکانے اور مادی زندگی کو راحت کے سامان کی تکمیل کی صفتکاری میں ہوئی ہے، اسی صفت اور اسی سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے مقصد کے لئے سوشن میڈیا، امنٹریٹ، ٹی وی اور موبائل جیسی ذہن کو کثراول کرنے والی طاقتوں الیکٹریٹ ایک میڈیا وجود میں آئی ہے، اس لئے مادہ پرستی کی عالمی تحریک کا اصل ہدف عقل و عقیقت کے ذریعہ سیکولرزم اور ماڈرن ازم کو فروغ دینا ہے، ان کی تہذیب اور ان کی سرمایہ کاری (جو ان کے لئے زندگی اور موت کے سوال کی حیثیت رکھتی ہے) وہ اس پر مصالحت کے لئے کسی طرح تیار نہیں، یعنی ایسے دین و مذہب کو وہ کسی طور برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں، جو مادی تہذیب، سیکولرزم اور ماڈرن ازم کے چیخنگ کی حیثیت کا حامل ہو۔

دنیا میں موجودہ کشمکش کا محور

اس وقت دنیا میں ساری کشمکش ہی یہی ہے کہ اسلامی تحریکیں اپنے اپنے ملکوں میں اسلامی تہذیب کا غلبہ چاہتی ہیں اور اسلامی نظام کا نفاذ چاہتی ہیں، یہی وہ چیز ہے جسے مادہ پرست عالمی سرمایہ دار اپنے لئے سب سے بڑا چیخنگ سمجھتا ہے، چونکہ عالمی سرمایہ دار کے پاس بے پناہ دولت ہے، میڈیا کی طاقت ہے، بے پناہ عسکری قوت ہے اور تعلیمی و تربیتی ادارے ہیں اور اپنی تہذیب کی فکری و فلسفیاتی بنیادوں سے متاثر کروڑ بڑا جدید تعلیم یافتہ افراد ہیں، اس لئے وہ اپنے ان سارے ہتھیاروں کو اسلامی تہذیب کے فروغ کی روک تھام کے مقصد کے لئے آخری حد تک استعمال کر رہا ہے، اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اسلامی تحریکیں ہمارے لئے سرمایہ سے کم نہیں۔

اسلامی تحریکیوں کا معاشرے پر انداز نہ ہونے کا ایک سبب

غلبہ اسلام کے کام کے ذریعہ اسلامی تحریکیں دراصل عالمی سرمایہ دار کو چیخنگ دے رہی

مطلق ہستی یعنی اللہ محبوب سے تعلق استوار ہو جائے اور یہ تعلق مستحکم ہو جائے، یہ کام ایسا ہے، جو اگر جسم و جان کی ساری توانائیاں خرچ کر کے بھی ہو جائے تو ستا سودا ہے، اس لئے کہ اس سے فرد کی روح طاقتور ہوتی ہے، اس میں ساری انسانی صفات اور صالح اعمال کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور انہوں سے انسانیت کی طرح معاملات کرنے کی صلاحیت ابھرتی ہے، اس کے لئے نفسی قوت و مادی قوتوں سے کچھ عرصہ تک معزز کہ آرائی کرنی ہوتی ہے، یہ مقابلہ اس لئے ناگزیر ہے کہ دنیا و آخرت کی ساری مسربین اسی سے وابستہ ہے۔

بُقْمَتِي سے موجودہ دور میں مادیت پرستی کی قوتوں نے روحانیت کے حصول کے حوالے سے فرد کی قوت بہت کو توڑ کر رکھ دیا ہے، چنانچہ عام مشاہدہ ہے کہ بڑے بڑے دفتروں، کاروباری اداروں اور بڑے بڑے کالجیوں اور یونیورسٹیوں میں بخششل گفتگو کے چند افراد ایسے نظر آتے ہیں، جو پاکیزہ اخلاقی و روحانی صلاحیتوں کے حامل ہوں یا جو نفسی و مادی قوتوں پر کر روح کی غذا کو غالب کرنے کے لئے مجاہدوں کی راہ پر گامزن ہوں، اس لئے ہمارے روحانی و تربیتی ادارے اور حقیقی خانقاہیں ویرانی کا منظر پیش کر رہی ہیں، اس کی جو سزا ریاستی اداروں کو بھگلتا پڑ رہی ہے، وہ یہ ہے کہ سارے ادارے مغلص، بے نفس اور ملت کے درد سے سرشار کام کے افراد سے تیزی سے خالی ہوتے جا رہے ہیں، ہر جگہ نفسانی نفسی کی فضا غالب ہے اور انسانیت دم توڑتی جا رہی ہے۔

مغرب سے اٹھنے والی آگ اور اہل مشرق کا اس آگ کا حصہ ہونا

ایک حدیث شریف میں ہے کہ آخری دور میں مغرب سے آگ اٹھے گی جو اہل مشرق کو ہنکا کر لے جائے گی۔

یہ آگ دراصل مادیت پرستی کی آگ ہے، جو اہل مشرق کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے گی، اس حدیث شریف کے دو پہلو ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ مادیت پرستی کی یہ آگ اتنی تیز ہو گی کہ مشرق کے افراد کی بڑی اکثریت مادیت کی نعمتوں سے متعین ہونے کے لئے مغرب میں آباد ہونے کے لئے کوشش ہوں گے اور اس کے لئے ہر طریقہ اختیار کریں گے، آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر ذینین اور باصلاحیت فرد (اس میں دیندار افراد بھی شامل ہیں) وہ مغرب کے مادیت کے مرکز میں جا رہے ہیں اور وہاں مستقل طور پر آباد ہو رہے ہیں،

اولیا کے ملفوظات میں ہے کہ جس دن روح کو ذکر کی غذا نہ ملے گی اس دن یا تو طالب غیظ و غصب سے مغلوب ہو جائے گا، یا شہوانیت اس پر غالب آجائے گی، یا اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی حادثہ ضرور ہو گا۔

حقیقت یہ ہے کہ روح کی چاہت صرف اور صرف محبوب حقیقی ہے، اس کی مخلصانہ عبادت اور ذکر و فکر سے اس کے احسان حسن کی تسلیم ہونے لگتی ہے، یہ احسان حسن محبوب کی تجلیات اور اس کی شعاؤں کے بغیر تسلیم پذیر نہیں ہو سکتا۔ جب روح کی ذکر و فکر کے ذریعہ احسان حسن کی تسلیم تنقی ہونے لگتی ہے تو نفس بھی بالواسطہ طور پر محبوب کے انوار حسن کے اجزاء سے بہرہ ور ہونے لگتا ہے، اس طرح تہذیب نفس کا عمل چاری ہونے لگتا ہے، جس رفتار سے ذکر و فکر اور عبادت میں اضافہ ہو گا، اسی رفتار سے نفسی خواہشات کی ہیئت بدل کر روح کی غذا خود نفس کی غذا بن جائے گی، اس طرح روح اور نفس کے درمیان مغائرت، تکمیل اور دوری ختم ہو کر، دونوں ایک ہی مقصد کے لئے ایک دوسرے کے معاون ثابت ہوں گے، یہ نفس مطمئناً کا خاصہ ہے کہ روح کی ضروریات خود اس کی ضروریات بن جاتی ہیں، روح جن اعمال صالحہ، پاکیزہ اخلاقی قدرتوں اور انسانی جوہروں سے راحت محسوس کرتی ہے، نفس بھی بعینہ انہی چیزوں سے خوشی و سرگرمی محسوس کرنے لگتا ہے۔

اس مقام تک نفس کی رسائی کا تعلق عبادت اور، ذکر و فکر کے مجاہدوں سے ہے، ذکر و فکر کے غیر معمولی مجاہدوں کے بغیر فرعون نفس کے حالات میں تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ موجودہ دور میں چونکہ نفس کو جہاد (مجاہدوں) کے میدان میں لا کر، اسے مہذب بنانے کی طلب ختم ہو گئی ہے، اس لئے روح حالت اضطراب میں رہتی ہے اور نفس پر شیطانی خواہشات کا غلبہ رہتا ہے۔

گہری عبادت اور ذکر و فکر سے محرومی کے اثرات

فرد جب گہری عبادت اور ذکر و فکر سے محروم ہوتا ہے تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ لاعلاج مریضوں میں شامل ہو جاتا ہے، اس کی شفایابی کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوتی، مال سے، دولت سے، راحت کے مادی سامان سے، مادی حسن وغیرہ سے اس کی بے قراری و بے چینی کسی صورت دور نہیں ہو سکتی، اس کی شفایابی کی ایک ہی صورت ہے کہ روح کا، روح

شروع ہو جائیں تو پھر ہمارے پاس کیا باقی رہے گا؟

ضرورت ہے کہ ہمارے دینی مدارس کے ذمہ دار اور فاضل علماء کرام اس خطرے کی سعینی کو محسوس کر کے، اس کے ازالہ کے لئے فکرمند ہوں، ورنہ خطرہ ہے کہ کہیں آنے والے دس سالوں میں تجدید پسندی اور جدیدیت کی یہ تحریک علماء کی سرپرستی میں اسلام کی جدیدیت سے ہمہ آہنگ ایڈیشن کو فروغ دینے میں کامیابی سے ہمکنار نہ ہوں۔

ایوب خان کے دور حکومت میں اسلامی نظریاتی کونسل کے ڈاکٹر فضل الرحمن کی سرکردگی میں تجدید پسندی کی جو تحریک شروع ہوئی تھی، جسے وقت کے علماء نے ناکام بنایا تھا اور ڈاکٹر فضل الرحمن کو امریکہ جا کر آباد ہونے پر مجبور کیا تھا، یہ تحریک دراصل اسی کا حصہ اور اس کا تسلسل ہے، لیکن یہ تحریک اُس وقت کی تحریک سے زیادہ سکھیں ہے، ایک اس لئے کہ اس کی تحریک کو بعض علماء کرام چلا رہے ہیں، اور نو خیر کافی علماء کا ان کو تعاون حاصل ہے، اس کی سعینی کا دوسرا سبب یہ ہے کہ ہمارے دینی مدارس کے فضلا اس تحریک کی سرگرمیوں اور اس کے اثرات و نتائج سے یا تو نا آشنا ہیں یا وہ اس کا نوٹیس لینے کے لئے تیار نہیں، شاید یہ سیالب بیداری کس کام کی؟

وقت کے فتنوں کو نہ سمجھنے کے نتائج سخت نقصانہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں فہم عطا فرمائے کہ ہم تجدید پسندی کی اس ہمہ گیر تحریک کو بر وقت سمجھو، اس کے ازالہ کے لئے کوشش ہوں۔

دینی مدارس کو مادیت سے لاحق خطرات اور اس کے ازالہ کی صورت

ہمارے دینی مدارس اپنی بعض کمزوریوں کے باوجود ہمارے لئے سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اس وقت وہ بھی مادیت پرستی کی عالمی تحریک کی زد میں ہیں، اس بات کے لئے کوششیں جاری ہیں کہ دینی مدارس میں جدید مغربی نظام تعلیم کو جوں کا تون نافذ کیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ مغربی نظام تعلیم کی بنیاد میں مادیت کے جرأتم اتنے طاقتوں ہیں کہ اس کے اثرات سے پہنچا دشوارتر بات ہے، مدارس میں جہاں ترکیہ و تصوف کا اہتمام بھی موجود نہیں، وہاں جدید تعلیمی نظام اس سے ملتے جلتے اثرات پیدا کرنے کا موجب بن سکتا ہے، جو

حالانکہ مادیت کے ان مرکز کا سو فیصد ماحول ایسا ہے، جو دین و ایمان کی سلامتی و حفاظت کے نقطہ نگاہ سے بہت بڑا خطرہ ہے، بالخصوص ان کی اولاد کا وہاں ایمان کے ساتھ قائم رہنا دشوار تر ہے۔ لیکن ایمان جیسی نعمت کی قربانی دے کر بھی مادیت پرستی کے ان مرکز میں رہنے اور وہاں آباد ہونے کا جنون سوار ہے۔

اس حدیث شریف کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ مغرب کی مادیت پرستی کی جلائی ہوئی یہ آگ اتنی ہولناک ہوگی کہ اہل مشرق اپنے ہاں بھی شدت سے اس کے اثرات محسوس کریں گے، یعنی جسمانی طور پر مغرب میں نہ جانے کے باوجود وہ باطنی طور پر اہل مغرب کی سی مادیت پرستی والی زندگی گزارنے کی آرزوؤں اور عملی طور پر اس طرح کی زندگی کے لئے کوشش ہوں گے۔ یہ منظر بھی ایسا ہے، جسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ معاشرے کا لگ بھگ ہر فرد مادی راحت کے سامان پر فریفتہ ہے، اس کے حصول کی کوششوں میں آخری حد تک مصروف ہے، آخرت کی قیمت پر مادیت کے حصول کی ہمہ جہتی کوششیں، یہ دراصل اہل مغرب کی برپا کردہ مادیت پرستی کی آگ ہی کا نتیجہ ہے، اس سے پہلے مسلم معاشرے پر کبھی بھی اجتماعی طور پر مادیت کا اتنا جنون سوار نہیں رہا۔

تجدد پسندی کی جدید تحریک کو سمجھنے کی ضرورت

مادیت پرستی کی عالمی تحریک کا ایک ہدف یہ بھی ہے کہ مسلم معاشروں میں علماء کا ایک طبقہ پیدا ہو، جس کی طرف سے دین و مذہب کی جدیدیت سے ہمہ آہنگ تشریح ہو، جس میں اجتہاد کے نام پر سیکولرزم اور ماڈرن ازم کے تصور کو فروغ حاصل ہو اور سلف صالحین کی تحقیق اور ان کی اجتہادی کاوشوں کو ایک طرف رکھکر، مئے دور سے ہمہ آہنگ دینی تحقیق ہو، عورت کی آزادی کی وکالت ہو اور مذاہب کے درمیان وحدت کے تصوف کی حمایت ہو، اس طرح کے کام کے لئے ”درسہ ڈسکورس“ کے نام سے ایک پلیٹ فارم فراہم کیا گیا ہے، اس پروجیکٹ کے ذریعہ نوجوان آزاد خیال علماء کی خدمات حاصل کی جا رہی ہیں، سمینار منعقد کئے جا رہے ہیں، نو خیر علماء کو یورپ کے دورے کرائے جا رہے ہیں، فارغ التحصیل علماء کو چھ چھ ماہ کے ایسے کورس کرائے جا رہے ہیں، جس سے وہ اسلام کے نام پر جدیدیت کے حامل اور وکیل بن جائیں، اگر دین و مذہب کے وارثیں ہی تجدید پسندی اور جدیدیت کی راہ پر گامزن ہونا

عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ انسان کے دل، روح، نفیسیات اور سارے اعضاے جسم کے جذبات حسن کی تکمیلیں عبادت سے ہی وابستہ ہے۔

(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّاْنَ وَالْأَنْسَاسَ إِلَّا لِيُعَذِّبُوْنَ) لیعبدون کی معنی بعض مفسروں نے یعرفون سے کی ہے، یعنی اللہ کی معرفت۔ اور یہ معرفت ایسی چیز ہے جو اللہ کی شان عظمت کے نتیجے میں حاصل ہو سکتی ہے۔

اللہ کی اس معرفت کے لئے دل و روح کو اس کی ساری توانائیوں کے ساتھ ذکر و فکر اور عبادت کے ذریعہ اللہ کی طرف متوجہ کرنا پڑتا ہے اور تخلیق کائنات پر غور و فکر کے ذریعے اللہ کی شان عظمت کا استحضار حاصل کرنا پڑتا ہے، (وَيَسْتَفَكِّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ)۔

اللہ کی معرفت اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی اللہ کی شان عظمت کوئی ایسی گری پڑی چیز نہیں ہے کہ مشقتوں اور مجاهدوں کے مرحلے گزرے بغیر بس اسے عطا کیا جائے، نیز ہماری ساری توانائیاں اور سارا وقت تو مادی جدوجہد میں صرف ہو اور یہ نعمت ہمیں مفت میں حاصل ہو جائے۔ یہ اللہ کی سنت کے خلاف ہے۔

اللہ کی معرفت، روح کا مشاہداتی عمل ہونا

اللہ کی معرفت دراصل دل اور روح کا مشاہداتی عمل ہے، جس میں جسم و جان اور اعضاے جسم کو عبادت اور ذکر و فکر کے مرحلے سے گزار کر، نفسی قوتوں کو مہنگب بناؤ کر اس پر روحانی و ملکوتی قوتوں کو غالب کرنا پڑتا ہے۔

لیکن نفسی قوتوں کے دیو کو قابو کر کے، اسے مطع کرنا، اسے اللہ کی عبادت و اطاعت کا خواگر بنانا اور اسے انسانی جوہروں سے بہرہ ور کرنا، کوئی آسان کام نہیں، اس کے لئے جہادوں کی بڑی مقدار کی ضرورت ہے اور بڑی معرفت کی بھی۔ جب تک ترکیب نفس کا عمل ایک حد تک مکمل نہیں ہوتا اور معرفت کا مطلوبہ مقام حاصل نہیں ہوتا، تب تک نفس اور روح کے درمیان تکمیل اور تصادم کی صورت جاری رہے گی۔

قرآن کا حالت نور اور حالت ظلمات میں رہنے والے افراد کی نشاندہی کرنا

قرآن نے دو طرح کے افراد کی نشاندہی فرمائی ہے، ایک حالت نور میں رہنے والے

اثرات جدید تعلیمی اداروں میں ہمیں نظر آتے ہیں، جب تک مادیت کی روح کو اس نظام تعلیم سے نہیں نکالا جاتا، تب تک یہ تعلیم مادیت کے اثرات کی فروع پذیری سے محفوظ ہو سکے، ممکن نہیں، ہندستان میں اس نظام تعلیم کو تیار کرنے میں اصل کردار لارڈ میکالے کا ہے، انہوں نے اس نظام کی تکمیل کے وقت کہا تھا کہ ہم اس نظام تعلیم کے ذریعہ ایسے لوگ تیار کرہے ہیں، جو جسمانی طور پر تو ہندستان میں موجود ہوں گے اور ہندستانی ہوں گے، لیکن وہ ذہنی طور پر یورپ کا حصہ ہوں گے۔

دو سال گزر جانے کے باوجود ان کی یہ بات سو فیصد صحیح ثابت ہوئی ہے۔

ہندستان میں انگریز کی آمد کے بعد دینی مدارس کا جو نظام قائم ہوا، اس کے اہداف میں معاشرے کو دینی اعتبار سے سنبھالنا، دینی تعلیم کے سلسلے کو جاری رکھنا، معاشرے کی کم سے کم دینی ضروریات کو پورا کرنا، جدید تعلیم کے پیدا کردہ اثرات کا توزیع کرنا، معاشرے کو مختص داعی اور عالم فراہم کرنا وغیرہ شامل تھا۔ اب بھی دینی مدارس کے مقاصد میں یہی چیزیں شامل ہیں، جدید مغربی نظام تعلیم کا دینی مدارس کا حصہ بننے کے بعد یہ سارے اہداف بُری طرح مجرح ہوں گے اور دینی مدارس سے ایسے افراد فارغ ہونا شروع ہوں گے، جن کے سامنے جدید تعلیم یا نانت افراد کی طرح دنیا کی مادی زندگی اور اس کی خوشحالی و مادی راحت کے سامان کے حصول کو ترجیح حاصل ہوگی اور آخرت کی زندگی ترجیحات میں شامل نہ ہوگی، اس لئے کہ اس تعلیم کا خاصہ ہی یہی ہے۔

دینی مدارس کو اس وقت اپنے اہداف کے سلسلہ میں شدید خطرات درپیش ہیں، اس سلسلہ میں انہیں متحده طور پر ایسا لا جھ عمل اختیار کرنا چاہئے، جس سے مدارس میں جدید علوم تو ضرور شامل ہوں، لیکن ان جدید علوم سے مادیت کی روح کو نکال دیا جائے، اس مقصد کے لئے جدید نصاب کی ازسرنو تکمیل کا کام کرنا ہوگا، جو دینی مزاج کے حامل دانشور و فضلہ کی ٹیکم کر سکتی ہے۔

انسان کی تخلیق کا مقصد معرفت کا حاصل ہونا

مادیت کی عالمی تحریک سے متاثر جدید انسان یہ نکتہ سمجھنے سے قادر ہے کہ یہ ساری کائنات اور اشیائے کائنات انسان کی خدمت کے لئے بنائی گئی ہے، جب کہ انسان کو اللہ کی

بالکل جدا گانہ ہے) لیکن نور کی حالت میں چلنے والا فرد بھی کافی عرصہ تک نفس پرستی اور مادیت پرستی کی قوتوں سے حالت مقابلہ میں رہتا ہے۔ جب تک کہ قابل ذکر حد تک نور سے سینہ سرشار نہ ہو جائے، اور یہ نور دل اور روح کا احاطہ نہ کر لے۔

جدید انسان کا الیہ چہرے سے رونق کا ختم ہونا

جدید انسان کی ایک بات جسے دیکھ کر دل رنجیدہ ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ ان کے چہروں سے رونق ختم ہو چکی ہے، ان کی گفتگو سے مایوسی، بے قراری اور اخطراب کے انگارے محسوس ہوتے ہیں، مادی اعتبار سے خوشحال لوگ اس اعتبار سے زیادہ قابل رحم نظر آتے ہیں، یہ مادیت کا سب سے رُختخہ ہے جو جدید انسان کو اُس نے دیا ہے۔

خواہشات کا ضرورتوں کی صورت اختیار کرنا

خواہشات کو ضرورت کی حیثیت دینا اور ہر خواہش کی تکمیل کے بعد دوسرا، تیسرا، چوتھی اور نہ ختم ہونے والی خواہشات کا ضرورت کا درجہ اختیار کرنا، یہی مادہ پرستی ہے، مادہ پرستی کا حامل فرد اس دنیا کو اپنے لئے جہنم کا نمونہ بنالیتا ہے، اس صورتحال سے نکلنے کی ایک ہی صورت ہے کہ صالح اور متقدی انسانوں کی صحبت اختیار کی جائے، ان کی صحبت سے فرد آہستہ آہستہ نفس پرستی اور مادہ پرستی کے اثرات سے بلند ہونا شروع ہو جائے گا اور باطن میں رونق پیدا ہوگی، باطن کی یہی رونق چہرے کی رونق کا ذریعہ بن جائے گی اور فرد میں چستی، حوصلہ وہمت اور ایمان و یقین کی نئی قوت اور خود اعتمادی پیدا ہوگی اور ہر طرح کے حالات سے مقابلہ کی صلاحیت بھی۔

راحت کے سامان کے باوجود زندگی کا اذیتوں سے بھر جانا

بعض خوشحال لوگوں سے یہ بات سنی گئی ہے کہ ہمیں مادی راحت کا سارا سامان میر ہے، لیکن ہماری زندگی جن مسائل و مشکلات اور مصائب سے دوچار ہے، وہ ایسے سخت مصائب ہیں کہ اس سے تو موت بہتر ہے، لیکن موت ہے کہ آتی نہیں ہے، اور خودکشی سے ڈر لگتا ہے۔

یہ دراصل یادیت (مایوسی) ہے، جو روح کو اس کی مطلوبہ غذا نہ دینے کے نتیجہ میں پیدا

افراد دوسرے حالت ظلمات میں رہنے والے۔

آیت کا ترجمہ یہ ہے: ”کیا جو شخص مردہ تھا، ہم نے اسے زندہ کیا اور اسے نور عطا کیا، جس میں وہ چلتا پھرتا ہے کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں بھکتا پھرتا ہے۔ (سورہ الانعام آیت نمبر ۱۲۲)

نور کی حالت میں رہنے والے افراد وہ یہ ہیں، جو اللہ کی محبت و معرفت اور اس کی مخاصہ اطاعت پر پوری استقامت سے گامزن ہوں، جن کی روحانی قوت، نفسی قوتوں پر غالب آچکی ہو۔ جب کہ ظلمات کی حالت میں رہنے والے افراد وہ ہیں جو نفس پرستی اور مادیت پرستی کو اپنا مقصود بنا چکے ہوں، جو دنیا کے معاملے میں غیر معمولی طور پر حساس ہوں، ان کی شب و روز کی سرگرمیوں کا مرکز ہی یہی ہو اور وہ آخرت کی زندگی، اللہ کی محبت و معرفت اور اس کی عبادت و اطاعت سے بے نیاز ہوں اور اس کام کو کام ہی نہیں سمجھتے۔

اس آیت میں روحانیت و مادیت کی کشمکش کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ سچی روحانیت کا حامل انسان حالت نور میں رہتا ہے، یہ نور اسے اللہ کی اطاعت و عبادت کے لئے یکسو کر دیتا ہے، وہ گولگو اور تندبڑ کی حالت سے بلند ہو کر، محض اللہ کا ہو جاتا ہے، جب کہ نفس پرست انسان مادیت اور مادی جدوجہد میں مستغرق رہتا ہے۔ اسے عبادت و اطاعت اور ذکر و فکر کا ہوش ہی نہیں ہوتا، بلکہ اس کی یہ پاکیزہ حس مفلوج ہو چکی ہوتی ہے۔

قرآن میں دوسری جگہ فرمایا گیا ہے ”کیا جس شخص کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا گیا ہو پس وہ اپنے رب کی طرف سے حالت نور میں رہتا ہے۔ (سورہ الزمر آیت نمبر ۲۲)

اللہ کے رسول ﷺ سے اس حالت نور کی علامت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے اس کی جو علامت بیان فرمائی، وہ دنیا سے رُبنتی اور آخرت کا استحضار (دھیان کا غلبہ) ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اسلام کے لئے سینہ کھل جاتا ہے تو دل میں نور داخل ہو جاتا ہے، یہ نور مادہ پرستی کے بتوں کو توڑ دیتا ہے اور فرد سے نفس کے جبابات کو دور کر دیتا ہے، نیز دنیا والی دنیا سے بے نیاز کر کے، اس پر آخرت کی زندگی کی فکر کو غالب کر دیتا ہے۔

جو فرد اللہ کی راہ محبت پر گامزن ہوتا ہے، اسے مادیت اور روحانیت کی شدید کشمکش سے گزرنما پڑتا ہے، خالص مادہ پرست انسان تو مادیت میں مستغرق ہوتا ہے، (اس کی بات

ہے۔ یہ انسانوں کی کتنی بڑی محرومی ہے کہ وہ ایمان کی گہرائیوں کے حصول، اعمال صالح اور روحانی بالیدگی کی راہ پر آنے کے لئے تیار نہیں ہیں، حالانکہ مادیت کی بے رحم طوفانی ہمروں اور اس کے نتیجہ میں آخرت میں ملنے والی سزا سے بچنے کی واحد راہ یہی ہے، انسانیت کی یہ محرومی ایسی ہے، جس پر اشیائیے کائنات نوحہ کنائیں ہیں۔

روح کی محبوب حقیقی کے لئے وارفتگی

روح کی محبوب حقیقی کے لئے وارفتگی اتنی زیادہ ہے کہ روح مشاہدہ سے کم پر تیار نہیں، ایسے خوش نصیب افراد جو اس راہ پر گامزن ہیں، ان کی خوش نصیبی پر رشک ہی کیا جاسکتا ہے، یہ مشاہدہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جو صوفیوں کی گھری ہوئی بات ہو، بلکہ حدیث جبریل جو ”احسان“ کے نام سے مشہور ہے، اس سے ماخوذ ہے، اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔

اللہ کو دیکھنا ان مادی آنکھوں سے ممکن نہیں، روح بھی مادی جسم میں رہتے ہوئے اللہ کا مشاہدہ پوری طرح نہیں کر سکتی، بلکہ اللہ کے انوار حسن کی شعاءوں سے مظہوظ ہو سکتا ہے، اللہ کی ان تجلیات سے بہرہ وری کو اصطلاح میں اللہ کے مشاہدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اللہ کے انوار حسن سے بہرہ وری دراصل نفس کی فنا یت یعنی نفسی قوتوں کی پامالی سے وابستہ ہے، جب تک خواہشات نفس کے اجزا موجود ہیں، تب تک مشاہدہ کی مذکورہ حالت حاصل نہیں ہو سکتی، اس نے صوفیاء کے ہاں ذکر و فکر کے غیر معمولی مجاهدوں کے ذریعہ نفسی قوتوں کے زور کو توڑنے اور اسے نفس مطمئنہ تک پہنچانے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

دل اور روح کی یہ خاصیت ہے کہ جب تک وہ نفس کی ریغماں اور اس کی گرفت سے پوری طرح آزاد نہیں ہوتے، تب تک ان میں انوار الہی کو سماں کی استعداد پیدا نہیں ہوتی۔

روح کی محبوب کے لئے بے قراری کی حالت ہی اسے مجاهدوں پر مجبور کرتی ہے، ”ففرروا الی اللہ“ (اللہ کی طرف دوڑو) حقیقی طالب راہِ عشق میں محبوب حقیقی کے لئے اپنی ساری تووانائیوں کا نذرانہ پیش کرتا ہے، اس کے بعد کہیں جا کر ایک وقت آتا ہے کہ اس کی طبیعت میں ٹھراو آ جاتا ہے اور اسے ہمہ وقت سکون قلبی کی دولت عطا ہوتی ہے اور اس کی روحانیت، نفسانی قوتوں پر غالب آ جاتی ہے، اور وہ خالص اللہ کا ہو جاتا ہے، اور اطاعت اس

ہوتی ہے کہ مادی راحت کے سامان موجود ہونے کے باوجود بے قراری کے انگارے ہیں، جن پر افراد کو لیٹنا پڑتا ہے، مایوسی کی وجہ سے موت اور خودکشی کی آرزو کرنا، اس خیال سے کہ موت کے مصائب سے نجات ملے گی، یہ بجائے خود بہت بڑی غلط فہمی ہے، اس طرح کے حالات میں آنے والی موت سے موجودہ مشکلات اور اذیتوں سے ہزارہا گنا زیادہ اذیتوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور ہزارگنا زیادہ شدید انگاروں پر لیٹنا پڑے گا۔

اس طرح کے افراد کے لئے ہر طرح کے مصائب اور اذیتوں سے نجات کے لئے اکیل راہ ایک ہی ہے کہ وہ ہمت و حوصلہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے تزکیہ (نفس کی پاکیزگی) اور روحانی بالیدگی کی راہ پر گامزن ہوں، تاکہ روح کی محبوب حقیقی کے لئے پیدا ہونے والی بے قراری (جو اعصاب، نفیات دل اور ذہن کو مریض بنادیتی ہے) اس سے بچاؤ کی صورت پیدا ہو سکے، دوسری صورت میں دنیا و آخرت میں مصائب کا نہ ختم ہونے والا سلسہ ہوگا اور اللہ کے عتاب کی آگ سے بچاؤ کے سارے راستے مسدود ہو جائیں گے۔

مادیت اور نفسی قوتوں سے چھکارہ پانے کے انعامات

مادیت اور نفسی قوتوں سے چھکارہ پانے اور روحانی بالیدگی اور تزکیہ کے لئے مجاهدوں سے ایک تو قلمی سکون کی دولت عظمی حاصل ہوتی ہے (جس کے لئے انسانیت ترس رہی ہے) دوسری بڑی سعادت جو حاصل ہوتی ہے، وہ اللہ کی نصرت و مدد کے خاص قانون کے دائرے میں داخل ہونے کی سعادت ہے، اللہ ان کے مسائل و مشکلات کے حل کے لئے کافی ثابت ہوتا ہے۔

انا لننصر رسالنا والذين آمنوا في الحياة الدنيا ويوم يقوم الاشهاد . (هم اپنے رسولوں اور موننوں کی مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں بھی تو جس دن گواہ کھڑے ہوں گے یعنی قیامت کے دن بھی)۔

للذين احسنوا في هذه الدنيا حسنة ولدار الآخرة خير . (نیکوکاروں کے لئے اس دنیا میں بھی بھلانی ہے تو آخرت میں تو مزید بہتری ہوگی)۔

بندہ مؤمن کو اس سے زیادہ کیا چاہئے کہ پچی روحانیت اور تزکیہ و قتوں کی زندگی اختیار کرنے کے نتیجہ میں اسے دونوں جہانوں کی سعادتوں اور بھلانیوں کی خوشخبری سنائی گئی

معدوم کردیتے ہیں، اس طرح مسلمان نام کے افراد نہ چاہتے ہوئے بھی مادیت پرست تحریک کا حصہ بن جاتے ہیں، مسلم دنیا کے حکمران طبقات پر تو یہ اثرات اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ وہ مادہ پرست عالی سرمایہ دار کے ایماء پر اپنے ہاں اسلامی اثرات کو مٹانے کے لئے ہر طرح کی پالیسیاں اختیار کرتے ہیں۔

جہنم کا ایندھن بننے کی راہ پر گامزن ہونا

مادہ پرست تہذیب اور اس کے مظاہر کو اختیار کرنا، دراصل جہنم کا ایندھن بننا ہے، حقیقت یہ ہے کہ تعلیم اور فنون کے نام پر ہم اپنی نسلوں کو جہنم کا ایندھن بننے کی راہ پر گامزن کر رہے ہیں، اس لئے کہ مذکورہ مرکز سے وائیگی کے نتیجے میں مزاج اور نفیات میں مادہ پرست تحریک کے جو طاقتوار اثرات، افراد کے دلوں میں داخل ہوتے ہیں، ان اثرات کو نکال کر، اسلامی تہذیب کے اثرات کو داخل کرنا غیر معمولی طور پر دشوار کام ہے، اس سے بچاؤ کی صورت یہ ہے کہ ہم تعلیم کو اپنی نسلوں کے لئے موت اور زندگی کے مسئلہ کی حیثیت دے کر اس کی مادیت پرستی کی بنیادوں کو بدلا کر، اسے توحید، اسلامی تہذیب، ترکیہ اور روحانی بالیدگی کی بنیادوں پر استوار کریں، ورنہ اپنی موجودہ مادہ پرستی کی بنیادوں کے ساتھ یہ تعلیم جہاں بھی جائیں گی یعنی دینی مدارس کا بھی حصہ ہوگی تو اس کے نتائج دنیا داری، ظلمات، جدیدیت سے تاثیر پذیری اور اس سے مرعوبیت کے سوا کوئی دوسرا نکل سکے، ممکن نہیں۔

انسانیت سے سکون کا رخصت ہونا

اس وقت مسلمان دنیا بلکہ پوری انسانیت کا بنیادی مسئلہ سکون کی نعمت ہے، یہی سکون ہے، جو مادیت پرستی کی ہمہ گیر تحریک نے لوگوں سے سلب کر لیا ہے، مادیت کو مقصود بنانے اور مادی راحت کے سامان کی فراہمی کے پس منظر میں اس کا محرك سکون کا حصول ہی تھا، لیکن سکون ہے کہ وہ انسانیت سے تیزی سے رخصت ہو گیا ہے اور انسانی زندگی فساد اور زہر سے عبارت ہو گئی ہے۔

روح ایک شعلہ ہے، جو حقیقی عشق سے شعلہ زن ہوتی ہے
سکون کی یہ نعمت کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ اس کی صورت ایک ہی ہے کہ توحید کے

23

کا وظیفہ بن جاتی ہے، اعمال صالحہ سے اس کی طبعی مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ محبوب کے مشاہدے کی یہ خصوصیات ایسی ہیں کہ اگر ہم جیسے سیاہ کاروں کو اس کی شدید حاصل ہو جائے تو ہماری حالت ففرووا الی اللہ (اللہ کی طرف دوڑو) والی ہو جائے اور مجاہدوں کے ذریعہ نفس کو حالت پامالی تک پہنچائے بغیر سکون کی نیند نہ سوئیں۔

مادیت اور روحانیت کی جنگ کا دو تہذیبوں کے درمیان جنگ ہونا

دنیا میں پچھلے تین سو سال سے مادیت پرست اور روحانیت کے درمیان جو جنگ جاری ہے، یہ جنگ دراصل دو تہذیبوں کے درمیان جنگ ہے (یعنی مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب)۔

مغربی تہذیب کے علمبردار سمجھتے ہیں کہ اسلامی تہذیب اور اس کی روحانی بالیدگی کا نظام اتنا پاکیزہ اور مستحکم ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے مسلم دنیا پر ان کی بالادقتی کا خواب پوری طرح شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا، اس لئے اسلامی تہذیب کے اثرات کو مٹانے بغیر دنیا پر مغربی تہذیب کے غلبہ کی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔

مغربی تہذیب جو مادہ پرستی پر مشتمل ہمہ گیر تہذیب ہے، وہ دراصل مرد و عورت کے حیوانی اور اسفل جذبات کو فروغ دے کر، ان پر خواہشات نفس کی حکمرانی کو مسلط کرنے کا ذریعہ ہے، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ مغربی تہذیب کے مرکز جدید تعلیمی ادارے، سوشل میڈیا، انٹرنیٹ، ٹی وی اور عورت مرد کی مخلوط مجالس ہیں۔ یہ مرکز ایسے ہیں، جن سے وابستہ افراد نہ چاہتے ہوئے بھی مادہ پرستی اور ظلمات کے ہمہ گیر اثرات کی زد میں آ جاتے ہیں، اسلامی تہذیب، روحانی بالیدگی اور ترکیہ نفس کے کاموں سے ان کے دلوں میں یا تو گنجائش موجود نہیں رہتی یا پھر وہ اپنی ان پاکیزہ چیزوں سے کدورت، وحشت و بیزاری محسوس کرنے لگتے ہیں۔

جدید تعلیم اور سوشل میڈیا کی بنیادوں میں الحاد ولادینت کے جراشیم کا ہونا

اس کا سبب یہ ہے کہ جدید تعلیم، سوشل میڈیا وغیرہ کی بنیادوں میں الحاد دہریت، سیکولرزم، اور ماڈرن ازم کے طاقتوں کے زہریلے اثرات شامل ہیں۔ ان سے وابستہ ہونے اور اس کا حصہ بننے کے نتیجے میں یہ طاقتوں زہریلے اثرات اپنی پاکیزہ تہذیب کے اثرات کو

وہ زندگی بھر سکون سے محروم رہتے ہیں، نئے نئے مسائل و مصائب ان کا گھیراؤ کر کے ان کی زندگی کو جہنم کا مظہر بنا دیتے ہیں اور مادی راحت کا سارا سامان ان کے سکون کی بر巴ادی کا مزید ذریعہ بن جاتا ہے۔

مادی اداروں و مرکزوں سے گہرا تعلق قائم کرتے رہتے اور مادیت کو مزاج کا حصہ بنانے، روحانی بالیگی اور تزکیہ کے کام کو کام نہ سمجھنے کا نتیجہ یہی نکلتا ہے، اس وقت پوری انسانیت مادیت پرستی کی آگ میں جل رہی ہے۔

چونکہ مسلمانوں سمیت پوری انسانیت پر مادیت اور مادی راحت کے سامان کا جنون سوار ہے، ان کے مزاج اور نفیسات کی اٹھان ہی اسی بنیاد پر ہوتی ہے، اس لئے اللہ محبوب نے بھی ان کو اسی حالت زار پر چھوڑ دیا ہے، ان کو اس حالت سے نکال کر، اپنے عشق و محبت کی جنت نما راہ ان کے لئے مسدود کر دی ہے، اگر انسانیت میں روحانی بالیگی اور تزکیہ، محبت و معرفت کی تھوڑی سی بھی طلب موجود ہوتی تو ان کو قدرت کی طرف سے مادیت پرستی کی اس آگ سے نکالنے کی کوئی صورت ضرور پیدا ہوتی، لیکن حقیقی طلب ہی ہے، جسے مادیت پرست معاشرے کے افراد اندر سے نکال دیتے ہیں، اس کے بعد روحانی بالیگی، محبوب حقیقی سے محبت اور تزکیہ کی بات سننے، سمجھنے، اس پر غور کرنے، دل کے کانوں سے اس بات کو سننے کی استعداد سلب ہو جاتی ہے۔ افراد کی اس حالت زار پر دردمند افراد خون کے آنسو بہارتے رہتے ہیں۔

تزکیہ نفس کی صورتیں

تزکیہ کا عمل ایسا ہے، جس کا تعلق مربی و مزکی (شخصیت) سے ہے۔ مربی شخصیت اپنی روحانی اور اخلاقی قوت سے کام لے کر شخصیت کو مانجھنے اور اس کے نفس کی پاکیزگی کا کردار ادا کرتی ہے، اس میں ذکر سب سے اہم کردار ادا کرتا ہے، ذکر اور صحبت اہل اللہ دونوں مل کر فرد کے نفس کی اصلاح کے ارتقائی مرامل طے کرتے ہیں، تاہم جزوی طور پر تزکیہ کی درج ذیل صورتیں بھی ہیں، یعنی تھوڑا بہت تزکیہ درج ذیل چیزوں سے بھی حاصل ہوتا ہے (۱) قرآن سے گہرا تعلق قائم کرنے سے (۲) سیرت پاک اور احادیث کے مطالعہ سے (۳) عبادت سے طبعی مناسبت پیدا کرنے سے (۴) اخلاص کے ساتھ خدمتِ خلق سے اور اللہ کی

عقیدہ کے ذریعہ روحانی بالیگی کی راہ اختیار کی جائے، اس لئے کہ روح ایک شعلہ ہے جو محبوب حقیقی کے عشق و محبت سے شعلہ زن ہوتا ہے۔

مادی جدوجہد کا روح کو تھکا دینا

مختلف مغربی ممالک میں پچاس پچاس لاکھ افراد کا تہائی کا شکار ہو جانا، یہ علامت ہے اس بات کی کہ مادی راحت کے سامان اور مادی جدوجہد نے روح کو آخری حد تک تھکا دیا ہے، اب لوگ زندگی سے مايوں ہو کر تہائی کو ترجیح دے رہے ہیں، اور یہ تہائی انہیں خوکشی کی طرف لے جانے کا ذریعہ بن رہی ہے۔ حالانکہ اللہ سے عشق و محبت کی راہ پر چلنے والوں کے لئے تہائی بہت بڑی نعمت ثابت ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ تہائی میں اندر میں غوطہ زندگی کے ذریعہ محبوب حقیقی سے قریب تر ہو کر، اس کی معیت حاصل کرتے ہیں، اس طرح ان کی یہ زندگی لازوال غوثی و مسرت کا ذریعہ بن جاتی ہے، وہ زندگی کو اللہ کی بہت بڑی نعمت سمجھکر، اسے اللہ کی محبت کے ارتقائی مرامل طے کرنے اور اس کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعہ اس کی رضامندی کے حصول کی جدوجہد میں صرف کرتے ہیں۔

مادیت کی آگ کا اندر سے جلا کر رکھ دینا

مادی راحت کے سامان کو مقصود بنانے والوں کا اکثر یہ حال ہوتا ہے کہ مادیت کی آگ ان کو اندر سے جلا کر رکھ دیتی ہے، وہ نئے نئے ارمانوں اور حرثوں میں جلتے رہتے ہیں، ضروریات کے نام پر ان کی خواہشات ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی، ضروریات تو محدود اور مختصر ہیں، دو وقت کی روٹی، دو چار کپڑوں کے جوڑے، مختصر مکان اور چھوٹی سی گاڑی وغیرہ لیکن ضروریات کے نام پر خواہشات کی سیکنڈوں چیزوں کو ضرورت کی فہرست میں شامل کرنا، پھر اس کے لئے اپنی ساری تو انایاں صرف کرنا، یہ نفس و شیطان کے شدید غلبے کا نتیجہ ہوتا ہے۔

اس دنیا میں حرص و ہوس اور بہتان کی آگ کا جلا دینا

ایسے افراد کی جو قابل رحم حالت ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ خواہشات کی آگ ان کو آخرت کے جہنم سے پہلے خود اس دنیا میں حرص و ہوس اور بہتان کی آگ میں جلا دیتی ہے،

ہونے کی بجائے وہ ان کی ان پیاریوں میں مزید اضافہ کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

تذکیرہ کی کوششوں کے بغیر بہتر سے بہتر قانون سازی کا بے نتیجہ ثابت ہونا

اس طرح کے حالات میں بہتر سے بہتر قانون سازی اور بہتر سے بہتر عدالتی نظام بھی بے نتیجہ ثابت ہوتا ہے، اس لئے کہ معاشرے کے سارے طبقات اپنی پاکیزہ تہذیب سے ہمہ آہنگ کلچرل اور شفافی تحریک کا حصہ بن کر، اپنے آپ کو تبدیلی کے مراحل سے گزارنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

قوموں کی تعمیر و ترقی کا شفافی تحریک سے وابستہ ہونا

القوموں کی ترقی و تعمیر میں شفافی و کلچرل تحریک کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے مغرب میں یہ شفافی تحریک ان کی تہذیب سے ہمہ آہنگ بنیادوں پر شروع ہوئی تھی، جو انقلاب فرانس کی صورت میں ظاہر ہوئی، انقلاب فرانس کے زیر اثر سارے مغرب میں یہ شفافی تحریک چل پڑی اور کامیاب ہوئی، اس تحریک میں ہزاروں دانشوروں، اسکالروں، فلاسفوں اور سائنسدانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، جس سے مذهبی طبقے، جاگیرداروں اور بادشاہت کی کمرٹوٹ گئی۔

مغرب کی شفافی تحریک کے اثرات

چونکہ مغرب کی شفافی و کلچرل تحریک میں انسان کے بنیادی حقوق کا احترام و تحفظ اور اظہار رائے کی آزادی اور قانون کی حکمرانی جیسی چیزیں شامل تھیں، جب کہ عقل و عقایت سے ماوری غیبی حقائق، توحید کا تصور اور عملی واجتماعی زندگی کے لئے وحی کی رہنمائی کا انکار تھا۔ چنانچہ مغرب کی شفافی تحریک نے اہل مغرب کو مادی اعتبار سے تو ترقی سے ہمکنار کیا اور انسانیت کے احترام اور انسانی حقوق کے تحفظ کا حق بھی فراہم کیا، لیکن عقایت پر مبنی یہ شفافی تحریک ان کے بے شمار روحانی، باطنی، وجہانی، ذہنی، نفسیاتی اور جسمانی بیاریوں اور بے شمار معاشرتی مسائل، خود اعتمادی کے بھرمان اور زندگی کی یادیت کا ذریعہ بنی، چنانچہ مغرب کی مادی تحریک نہ صرف یہ کہ انسانیت کی رہنمائی کرنے سے قاصر ہوئی، بلکہ اس نے انسان ذات سے اللہ کے عقیدہ کو چھین کر یا اس سے بے نیاز کر کے، اس پر مادیت کے دیو کو مسلط

خلوق کی مدد کرنے سے (۵) دین کے دعویٰ و اشاعتی کاموں میں انہاک سے (۶) تعلیم و تربیت میں مشغولیت سے، (۷) اصلاح نفس کے لئے خود احتسابی سے کام لیتے رہنے سے (۸) بزرگان دین اور سلف صالحین کے حالات و واقعات کے مطالعہ سے۔

لیکن چونکہ نفس کی قوت غیر معمولی طور پر طاقتور ہے، اس لئے اس طرح کے کاموں سے دعویٰ، خود فہمائی، جذبہ شہرت اور بڑائی کی صورت بھی پیدا ہو سکتی ہے اور اکثر پیدا ہوتی رہتی ہے، اس لئے تذکیرہ کی سب سے بہتر صورت مرتبی و مزکی کی صحبت اور اس کے حلقة ذکر سے وابستہ ہونے سے ہے، اس سے فرد پر نفس کے کمر و فریب کے ہزارہا راز افشاں ہوتے رہتے ہیں اور بتدریج اس کی اصلاح و تذکیرہ کا کام جاری رہتا ہے۔

تذکیرہ سے نفس کے جنگل کا ہر طرح کے درندوں سے صاف ہونا

تذکیرہ ایسی چیز ہے، جس سے نفس کا جنگل ہر طرح کے درندوں سے صاف ہو جاتا ہے، تذکیرہ کا حامل فرد بے ضرر اور معصوم سا ہوتا ہے۔ وہ اپنے کردار کی وجہ سے دوسروں کے لئے باعث خیر ثابت ہوتا ہے، اخلاص، بے نفسی، دنیا سے بے رغبتی، عاجزی، اسکاری، صبر و تحمل و بردباری، دنیا میں زیادہ الحجت سے بچاؤ، دوسروں کی دین و دنیا کی بھلائی کی فکرمندی، اللہ کے دین کی خدمت کے لئے اپنی صلاحیتوں کے تحت اپنے حصہ کے کردار کی ادائیگی اور مزاج میں ٹھراوا و توازن جیسی صفات اس کے مزاج کا خاصہ بن جاتی ہیں، تذکیرہ کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی یہ صفات ایسی ہیں، جو ہر فرد کی چاہت ہونی چاہئے اور اس کے لئے بھرپور کاوشوں کا استعمال بھی۔ لیکن اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ تلخ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہمارے ذمین، باصلاحیت اور لگ بھگ سارے جدید طبقات مادہ پرستانہ مزاج کے غلبے کی وجہ سے تذکیرہ کی طرف کسی بھی طور پر آنے کے لئے تیار نہیں ہیں، نتیجہ نفس پرستی کی قوتوں نے ان کا احاطہ کر لیا ہے اور وہ اکثر نفس کے وسیع جنگل میں موجود درندوں کا شکار رہتے ہیں، جس کی علامتوں میں دنیا کی ہڈیوں پر ٹوٹ پڑنا، رشت، لوٹ مار اور اللہ کے بندوں کی جیب پر نظر ہونا اور ان سے دولت بھورنے کی روشن کا ہونا، اشتعال، جھنجھلاہٹ، ذہنی دباء، قسادت قلبی، سنگ دلی، بکال اور اس طرح کی بہت ساری اور جسمانی بیاریوں میں بیتلہ ہونا، ان کا خاصہ ہوتا ہے، حکمرانی، افریزی، مالداری وغیرہ ان کو ان بیاریوں سے بچانے میں کامیاب

کیا اور اس کے روحانی وجود پر نفس کے شیطان کو غالب کیا۔

معاشرے میں ثقافتی تبدیلی کی تحریک کی ضرورت

موجودہ حالات میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہم اپنی پاکیزہ تہذیب کی بنیادوں پر ثقافتی تبدیلی کی تحریک شروع کریں اور اسے مستحکم سے مستحکم کریں، اس تحریک کی بنیاد ترکیہ نفس پر ہوگی اور درج ذیل چیزوں پر زور ہوگا، اللہ سے تعلق کا مستحکم ہونا، اللہ کی مخلوق سے محبت کرنا، دکھ اور سکھ میں ایک دوسرے کے کام آنا، جماعتی، گروہی، دائرائی اور مسلکی اختلافات کی صورت میں عداوت سے بچاؤ کا اہتمام ہونا، اپنے گروہ اور اپنی جماعت سے باہرامت میں موجود خیر کے اجزاء کو سمجھنے کی کوششوں کا ہونا اور ان سے استفادہ کرنا، گروہی عصبیت کی فضائے ہر ممکن حد تک بچنے کا اہتمام ہونا، قوم اور ملت سے وفاداری کے رشتہ کا استوار ہونا، ایک دوسرے کے احترام و ادب و آداب کا ہونا، سرکاری ڈیوٹی کا پوری ذمہ داری اور فرض شناسی سے ادائیگی کا ہونا، حکمرانوں اور افسروں میں ملت کے خادم ہونے کی حیثیت سے کام کرنے کے احساس کا ہونا، ریاست کی طرف سے کفایت شعاری سے کام لے کر ملک کے نظام کو چلانا، بیرونی قرضوں سے نجات کے حصول کے جذبہ اور درد کا ہونا، حقوق سے زیادہ فرائض کی ادائیگی کے احساس کا غالب ہونا، اپنی پاکیزہ تہذیب سے گہری وابستگی کا ہونا، قومی خزانہ کو امانت سمجھکر، اس امانت میں خیانت کے تصور کا نہ ہونا، ہر فرد کو ریاست کے وسائل و ثمرات سے کسی نہ کسی حد تک ممتنع کرنے کی کوششوں کا ہونا، غریبوں کے لئے علاج و معالجہ کے منتظر انتظام کا ہونا، سرمایہ داروں اور مالداروں کی طرف سے اپنی ملت کے پست طبقات کی پرسان حالی کے انتظام کا ہونا، اپنی راحت کی فکر کے ساتھ دوسروں کی راحت کے فکر کا ہونا، عورت کو ماں اور بہن کی حیثیت سے دیکھنے اور معاملہ کرنے کے احساس کا ہونا، حسد، تکبیر، خود نمائی، جذبہ شہرت اور دوسروں کی تحقیر کے شیطانی چذبات پر ضابطہ کا ہونا وغیرہ وغیرہ۔

ہماری ثقافتی تحریک کے یہ وہ اہداف ہیں، یہ ثقافتی تحریک وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے، اسی ثقافتی تحریک کے ذریعہ ہی ہم افراد معاشرہ میں حقیقی اور معنوی تبدیلی پیدا کر کے ان کے ذاتی مفادات پر اجتماعی مفادات کے جذبات کو غالب کر سکتے ہیں اور انہیں ملک و ملت کے لئے ہم زیادہ مفید اور کارآمد بنائے ہیں۔

مادیت پرستی کی بڑھتی ہوئی ہمہ گیر تحریک کی روک تھام کی صورت بھی یہی ہے۔

تعمیر سیرت کا ذریعہ یا حجابات کا؟

زیر نظر مضمون ہمارے پچھلے ماہ چھپنے والے دعویٰ خط ہی کا تسلسل ہے، جس میں علم ہی کو حرف آخر قرار دینے والے بعض جدید اسلامی اسکالروں کی فکر سے متاثر افراد کے سامنے کچھ معرفات پیش کی گئی ہے۔

اسلام میں یقیناً علم کی بڑی اہمیت ہے۔ قرآن کی بہلی وحی اقراء باسم میں علم ہی کی تاکید فرمائی گئی ہے، قرآن میں دوسری جگہ اہل ایمان کے ساتھ اہل علم کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے کہ اللہ ان کے درجات بلند فرماتا ہے۔

لیکن علم، استدلال اور عقل کو جب تزکیہ و تقویٰ کے متوالی حیثیت سے پیش کیا جائے، جس طرح اس وقت جدیدیت سے متاثر بعض اسلامی اسکالر پیش گر رہے ہیں تو اس وقت تزکیہ، معرفت اور اللہ سے محبت کی حیثیت کو اجاگر کرنا ضروری ہو جاتا ہے، تاکہ علم و عقل و استدلال کی یہ حیثیت کہ وہ تزکیہ کے تابع ہے، اجاگر ہو۔

مضمون پڑھتے وقت اس توضیح کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے، ہم ان غالی اور جاہل صوفیاء کی علم و دینی کے مخالف ہیں، جو تصوف کو قرآن و سنت کے دائرہ سے نکال کر، اسلامی شریعت سے بے نیازی کی راہ پر گامزن ہیں، لیکن ساتھ ساتھ ہم جدید اسکالروں کی طرف سے علم ہی کو حرف آخر قرار دینے اور علم کو تزکیہ پر ترجیح کی روشن کو بھی غلط سمجھتے ہیں۔
(ادارہ)

علم کا سب سے بڑا ہدف معرفت نفس اور معرفت رب ہے، تاکہ فرد اس دنیا میں اپنے مولا کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی صلاحیتوں کا حامل ہو سکے، معرفت نفس کی صلاحیت نہ ہوگی تو ہولناک نفسی قوتوں اور اس کی خفیہ تہوں سے آشنائی اور اس سے بچاؤ کی صورت پیدا نہ ہوگی، معرفت نفس یعنی اپنی خودی سے آشنائی سے معرفت رب کی صورت پیدا ہوگی۔

ترکیہ نہیں ہو پاتا اور تقویٰ کی راہ ہموار نہیں ہو پاتی، اس لئے اللہ نے آیات کی تلاوت، کتاب کی تعلیم اور حکمت کی تعلیم کے ساتھ ترکیہ کا الگ سے ذکر کیا ہے، قرآن کی یہ آیت الفاظ کے معمولی تغیر سے چار مختلف مقامات پر آئی ہے، جس میں پیغمبر کی بعثت کے مذکورہ مقاصد بیان فرمائے گئے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کے بعد یہ چاروں مقاصد امت کی مختلف شخصیتوں کی طرف منتقل ہوئے، جب کہ ترکیہ کا کام مزکیوں اور مریبوں نے سنجاہا، قرآن کی مذکورہ آیت سے بعض مفسروں جن میں حکیم الامت مولانا تھانویؒ بھی شامل ہیں، لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و سنت کے علاوہ ایک اور علم بھی ہے اور وہ ترکیہ کا علم ہے، جو اہل اللہ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔

اہل اللہ کے ہاں اس بات کا خصوصی اہتمام رہا ہے کہ کثرت ذکر کے ساتھ قرآن کی تلاوت اور معنی کے ساتھ اس کے پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے، تاکہ عبرت و موعظت حاصل ہو سکے۔

ہمارا مشاہدہ ہے کہ جو علماء ترکیہ کے لئے اہل اللہ کی طرف رجوع ہو کر، ذکر و فکر کے مجاہدوں سے غافل رہے، وہ عام طور پر علمی برتری، جذبہ شہرت اور نفس اور دنیا کے اسیر رہے، ان کی سیرت و کردار میں پاکیزگی پیدا نہ ہو سکی، نیز وہ افراد معاشرہ پرا شر انداز نہ ہو سکے۔

سبب ظاہر ہے کہ نفس کی ہولناک قوت محض علم سے قابو نہیں ہوتی، اس کی اصلاح کے لئے ظاہری علم اور علم کی ظاہری سطح کافی نہیں ہوتی۔ اس لئے قرآن سے حقیقی استفادہ کے لئے تقویٰ کو لازم قرار دیا گیا ہے ”هدی للّمتعین“، قرآن میں دوسری جگہ ہے ”ان فی ذالک لذکری لمن کان له قلب“ (اس میں نصیحت ہے اس شخص کے لئے جس کا قلب (زندہ ہے) قلب میں اگر تقویٰ، خشیت، انابت، رجوع الی اللہ اور اللہ سے محبت کے میلانات موجود نہ ہوں گے تو قرآن زندگی میں حقیقی تبدیلی پیدا کر کے، اللہ کے رنگ کو غالب کرنے میں خاص کردار ادا نہیں کر سکتا۔

اہل اللہ کے ہاں ترکیہ کے لئے صحبت کے نظام کے ساتھ ساتھ ذکر کے مجاہدوں کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے، جس سے قلب کی زندگی اور اس کی سلامتی کی صورت پیدا ہوتی ہے اور قرآن سے حقیقی اخذ فیض کی صلاحیت ابھرتی ہے، علمی طبقہ عام طور پر صحبت اور ذکر کے مجاہدوں سے بنچنے کے لئے علم کو تھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے کہ قرآن و سنت کے علم کے

آج کل کے علم کا ہدف عام طور پر علم برائے علم، علم برائے معاش، علم برائے شہرت یا علم برائے حصول دولت بن گیا ہے۔

قرآن میں اہل علم کی علامت ہی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں، حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص علم اس لئے حاصل کرتا ہے، تاکہ اس کے ذریعہ سے اہل علم کا ناطقہ بند کرے، یا اس کے ذریعہ سے شہرت حاصل کرے تو ایسا فرد جہنم میں داخل ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے، اسے نیا علم عطا فرمایا جاتا ہے۔

علم دراصل عمل صالح کی صلاحیت کا ذریعہ ہی ہے، علم کی غرض و غایت اور اس کی اصل روح یہی ہے۔

ترکیہ سے محروم علم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس سے علمی برتری کے زہریلے اثرات غیرمحسوس طور پر شخصیت میں داخل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر فرد بروقت بیدار ہو کر، ترکیہ کی طرف چلنا شروع ہوا تو ٹھیک ہے، دوسری صورت میں علمی برتری یعنی تکمیر شخصیت کا پوری طرح احاطہ کر لیتا ہے۔ اس کی علماتوں میں جو باتیں شامل ہیں، اس میں دوسروں کی تحقیق کا ہونا، ضد کی نفیسیات کا غالب ہونا، نفس کے یہاں شدہ عقل کا اسیر ہونا، حق اور حقیقت کے فہم کی راہ میں قلبی جبابات کا پیدا ہونا، معرفت سے خالی علم اور علمی گھیوں کو سلیمانی میں قیمتی زندگی کو ضائع کرنا، رونق کردار سے محروم ہونا، زبان میں تیز سے تیز تر ہونا، دل کی خفتہ صلاحیتوں کی بیداری سے غافل ہونا، کتابی علم یا عقل سے حاصل ہونے والے علم کو حرف آخر سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔

قرآن، اللہ کی ایسی کتاب ہے، جو فرد کی زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے اور اس کے سیرت و کردار کی تعمیر اور اس میں تقویٰ پیدا کرنے کے لئے کافی و شافی ہے، اگر قرآن سے تعلق مشکم ہو جائے تو فرد اس دنیا سے زیادہ دنیا یعنی آخرت کا انسان بن جاتا ہے اور اس کے ترکیہ کی صورت پیدا ہوتی جاتی ہے، قرآن کی اس فیصلہ کن اہمیت کے باوجود انسانی نفس کی ساخت کچھ ایسی ہے اور فرد کی شخصیت میں اس طرح کے بت نصب کئے گئے ہیں کہ اول تو قرآن سے تعلق قائم ہونا مشکل ہے، اگر کسی طرح تعلق قائم بھی ہو تو عام طور پر فرد کا

بُقْمَتِي سے اس دور میں صحبت اور ذکر کے کام کو سب سے کم تر اور غیر ضروری کام سمجھا گیا ہے، اور یہ بات کرنے والوں پر صوفیت کی پھیت کسی جاتی ہے۔
بات بالکل واضح ہے کہ جب تک علم کو سلف صالحین کی روایت اور ان کی توضیح و تصریح سے ہمہ آہنگ نہیں کیا جائے گا، تب تک علم، افراد اور معاشرے کے لئے کار آمد ثابت نہ ہو گا اور علمی مزاج کے حامل افراد اپنی ذات اور معاشرے کے لئے باعث خیر و برکت ثابت نہ ہو سکیں گے۔

سلف صالحین کی علمی روایت یہی ہے کہ علم کے ساتھ تقویٰ، خیست، اللہ سے محبت، اس کی معرفت، تزکیہ کے حصول کی کاوشیں وغیرہ جزو لینیک رہی ہیں۔

علم کی آخری سطح نور تک رسائی ہے، ”یہدی اللہ لنوره من یشاء“ (اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور سے فیضیاب فرماتا ہے) ”یا ایها الذین آمنوا التقو الله و آمنوا برسله یوتکم کفليين من رحمة و يجعل لكم نوراً تمشون به“ (اے ایمان والوں اللہ سے تقویٰ اختیار کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاو تو تمہیں رحمت کے دو حصے عطا کئے جائیں گے اور تمہیں ایسا نور عطا کیا جائے گا جس میں تم چلو پھر گے)۔

اہل اللہ کی ساری ریاضتوں کا حاصل اس نور تک رسائی ہی ہے، جو تقویٰ، تزکیہ، نفسی بتوں سے بڑی حد تک نجات اور نفسی قوتوں کے خلاف عرصہ تک معركہ آرائی سے ہی حاصل ہوتا ہے، اسے نسبت مع اللہ کے حصول کا نام بھی دیا جاتا ہے، جب نسبت مع اللہ ایک حد تک بھی حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے بعد قرآن کی تلاوت اور اس پر غور و فکر، فرد کو لرزادی نے اور قیامت میں حساب کتاب کے حوالے سے اسے بے قرار کر دینے کا موجب بتا ہے۔

اس دور میں پچھلے ستر سال سے مولانا وحید الدین خان نے علم کے حوالے سے نئے علم الکلام پر مشتمل لٹریچر تیار کیا ہے، بلکہ ایک کتب خانہ تیار کیا ہے، ان کے لٹریچر میں پھر بھی اخلاقیات، خود احتسابی، اصلاح نفس اور فکر آخrest پر زور ہے، لیکن چونکہ وہ خود بھی صحبت اہل اللہ سے دور رہے اور اپنی تحریروں میں بھی اس کی مخالفت کرتے رہے، اس لئے ان کا لٹریچر اور ان کی شخصیت، سلف سے جدا گانہ راہ اختیار کرنے اور امت کے سارے گروہوں سے ٹکرانے کا موجب بن گئی، اب بیسویں صدی میں اسلام کے حوالے سے علم کو حرف آخر قرار دینے والے جو اسکالر سامنے آئے ہیں، ان کی شخصیت اور ان کے علم میں سرے سے

بعد آخر دوسری چیزوں کی ضرورت ہی کیا ہے؟ وہ ضرورت دراصل یہی ہے کہ علم کے ساتھ جو علمی جبابات، علمی برتری کی صورت میں پیدا ہوتے ہیں، جو انواعِ نفسانی اور انواعِ شیطانی کا موجب بنتے ہیں، ان جبابات سے نجات کی صورت پیدا ہو۔

قرآن نے صحبت اور ذکر پر زور دیا ہے، ”یا ایها الذین آمنوا کونوا مع الصادقین“ (اے ایمان والو صادقین کی صحبت اختیار کرو)۔

ذکر کے بارے میں تو قرآن میں سب سے زیادہ زور دیا ہے، ”استحوذ عليهم الشیطان فانسامهم ذکر الله“ (شیطان نے ان پر غالبہ پالیا ہے (اس کی علامت کیا ہے؟ اس کی علامت یہ ہے کہ) اس نے ان سے اللہ کا ذکر ان سے بھلا دیا ہے) یعنی اللہ کے ذکر سے انہیں دور کر دیا ہے۔

”وَمَن يَعْشَ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نَقِيضُ لِهِ شَيْطَانًا فَهُوَ لِهِ قَرِيبٌ“ (جو رحمٰن کے ذکر سے انداھا ہو جاتا ہے اس پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے جو اس کا مستقل ساتھی ہوتا ہے)۔

علم کے نام پر تزکیہ اور تزکیہ کے ذرائع صحبت اہل اللہ اور ذکر کے مجاہدوں سے راه فرار اختیار کرنا، بلکہ ان چیزوں کو غیر ضروری اور بے معنی قرار دینا اور ان کی طرف میلان کا بالکل نہ ہونا، یہ اس دور کے علمی طبقہ کا سب سے بڑا المیہ ہے، یہ دراصل علمی برتری ہی کی صورت ہے۔

شیطان، علم و عبادت کے باوجود محض تکبر کی وجہ سے راندہ درگاہ ہوا، اس لئے بزرگان دین نے تقویٰ، تزکیہ، اور خیست سے خالی علم کو جاہب اکبر کہا ہے۔

آج معاشرے میں علمی طبقہ اسلام کے حوالے سے قابل ذکر کردار ادا کرنے سے اس لئے قاصر ہے کہ وہ امت کے تسلسل یعنی صحبت اہل اللہ اور ذکر کے مجاہدوں سے تہذیب نفس کی طرف آنے کے لئے تیار نہیں اور علم ہی کو سب سمجھنے کا حامل ہے، بزرگوں کی تصریح کے مطابق حالت یہ ہے کہ فرد جوں جوں علم میں آگے بڑھتا ہے، اسی حساب سے خود سری، خود رائی اور انانیت کا مریض بن جاتا ہے، دوسروں کی اصلاح تو دور کی بات ہے، اپنی اصلاح کا عمل ہی مشکل ہو جاتا ہے، اس طرح کی صورت حال میں نافع علم حاصل ہو تو کیسے ہو؟ اللہ کے رسول ﷺ کے دعا کے الفاظ ہیں ”اللَّهُمَّ فَحْقِّ افْقَالَ قُلُوبِنَا بِذِكْرِكَ“ (اے اللہ ہمارے دل کے تالوں کو اپنے ذکر کے لئے کھول دیے)۔

یہ دراصل مجہد بنے کی راہ ہے، جو فرد کو سلف و خلف سے دور کر کے، اپنی ذات کا اسیر بنا دیتی ہے، حالانکہ مجہد بنے کے لئے برسوں تک ماہرین علوم کی صحبت اختیار کرنی پڑتی ہے اور زندگی کا طویل عرصہ علم میں غوطہ زن ہو کر، علوم کی گہرا تیون تک پہنچنا ہوتا ہے، اس کے بعد بھی بمشکل خوش نصیب افراد ہی اجتہادی صلاحیتوں تک پہنچتے ہیں۔

علم کی ایک سطح انسانی فطرت میں ودیعت شدہ توحید، اللہ سے والہانہ محبت اور خیر و شر کے علم کی بھی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، پچھے دین اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر ماں باپ اسے عیسائی، مجوہ یا یہودی وغیرہ بنا دیتے ہیں، قرآن میں اسی فطرتی علم کے بارے میں فرمایا گیا ہے **فطرت الله التي فطرت الناس عليها** (یعنی اللہ کی فطرت ہے، جس پر انسان کو پیدا فرمایا گیا ہے)۔

قرآن میں دوسری جگہ ہے **بل هو آية بینة في صدور الدين او تو العلم** (بلکہ یہ واضح آیتیں (نشانیاں) اہل علم (اہل معرفت) کے سینے میں پہلے سے موجود ہیں)۔

حقیقت یہ ہے کہ فطرت سلیمہ ایسی چیز ہے، جس میں وہ سارے نقوش موجود ہیں، جن کے ذریعہ فرد اللہ سے محبت کے ارتقائی مراحل طے کر کے، اپنی پوری زندگی اس کی مرضی کے مطابق گزار سکتا ہے، لیکن انسان کو عام طور پر ہر دور میں مادیت پرستی اور نفس پرستی کا جو ماحول ملا ہے، وہ اسے فطرت سلیمہ سے دور کر کے، اس میں مادیت کی روح کو غالب کرنے اور اس میں موجود رحمانی قوتوں پر مادی قوتوں کو فاتح کرنے میں کامیاب رہا ہے۔

موجودہ دور میں تو بچے کو جو ماحول ملا ہے، وہ مادیت پرستی کا ہبہ گیر وہم جہتی ماحول ہے، موبائل کے ذریعہ ساری دنیا کا مادی حسن اس کے سامنے ہے، اس حسن پر فدائیت کے میلانات اس پر اتنے غالب ہیں کہ فطرت سلیمہ مُسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔

ڈاکٹر محمد رفیع الدین نے بجا طور پر لکھا ہے کہ اگر مختصرًا الفاظ میں انہیاء کرام کی بعثت کا مقصد بیان کرنے کے لئے کہا جائے تو یہ کہا جائے گا کہ فطرت میں موجود اللہ سے والہانہ محبت کا جو داعیہ فرد کے اندر موجود ہے، جسے تعلیم و تربیت کا ماحول دبا دیتا ہے، اسے بیدار کر کے ارتقائی صورت دی جائے اور اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کا ملکہ رائخ کیا جائے۔

اللہ کی محبت سے جب فطرت میں ودیعت شدہ شروخی کے احسانات بیدار و طاقتور

اخلاقیات کا کوئی معیار ہی موجود نہیں، علم برائے علم، گفتگو برائے گفتگو، بزرگان دین، علمائے ربائیں اور سلف صالحین کی تردید و تکذیب اور ان کی مخالفت ان کا وظیفہ ہے، چونکہ ان کا مطالعہ وسیع ہے، وہ خطیبانہ صلاحیتوں کے حامل ہیں، اس لئے وہ خالی ذہن یا سطحی مطالعہ کے حامل افراد کو اپنے ساتھ بہا کر لے جانے کا ذریعہ بن رہے ہیں، اس طرح کے افراد کی کوششوں کا حاصل علم کے نام پر معاشرے میں سیرت و کردار کے بجران کو فروغ دینا ہے، ان کو الیکٹرانک میڈیا کی سہولت حاصل ہے، اس کی وجہ سے محبت و معرفت سے خالی اس علمی رہجان (جس میں سلف و مشنی شامل ہے) کو روکنا دشوار ہے۔

علم کی ایک حیثیت تو یہ ہے کہ عبادات، معاملات، معاشرت اور مسائل زندگی کے بارے میں شریعت کے احکامات کا علم حاصل ہو، اس علم میں مہارت تو علمائے کرام ہی کو حاصل ہو سکتی ہے، جو برسہائے برس تک اپنا وقت ان علموں کے حصول میں صرف کرتے ہیں، ان معاملات میں تھوڑا بہت علم مطالعہ سے ہمیں بھی حاصل ہو سکتا ہے، لیکن اس کے باوجود فقہی معاملات میں علماء سے رجوع کے بغیر چارہ کار نہیں، ان سارے معاملات میں میڈیا سے وابستہ اسلامی اسکالروں پر ہرگز اعتماد نہیں کیا جا سکتا، یہ کہنا کہ الیکٹرانک میڈیا میں معلومات کا ایک سمندر آیا ہوا ہے، اس لئے جدید انسان کو دینی معاملات میں علماء کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، وہ میڈیا سے باسانی ہر طرح کی دینی معلومات حاصل کر کے دینی رہنمائی حاصل کر سکتا ہے، یہ نکتہ نگاہ غلط ہے، اس لئے کہ جدید اسکالر کا ذہنی سانچہ، مغربی فکر سے مرعوبانہ بنیاد پر منتقل ہوتا ہے، ان معاملات میں دینی معلومات کے حصول کے لئے ان پر اعتماد کا مطلب غیر شعوری طور پر اسلام کی جدید ایڈیشن سے ہمہ آہنگی یا جدیدیت سے تاثیر پذیری کی صورت میں ہی ظاہر ہو سکتا ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس سلسلے میں احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے ذہین باصلاحیت افراد اسلامی معلومات کے حوالے سے اپنے آپ کو مطلق مجہد کے مقام پر فائز سمجھنے لگتے ہیں، اور وہ اس ذہن کے حامل ہو جاتے ہیں کہ انہیں خیر جہاں سے بھی حاصل ہو، چاہے مرتضیٰ غلام محمد قادری سے حاصل ہو یا غلام احمد پرویز صاحب سے، اسے حاصل کرنا چاہئے، حالانکہ ہر ایک سے خیر کے حصول کے لئے غیر معمولی تقاضی مطالعہ کی صلاحیت کا ہونا ضروری ہوتا ہے، دوسری صورت میں فرد علم کے نام پر گمراہ گروہوں کی نذر ہونے سے نہیں بچ سکتا۔

جدید مادہ پرست تہذیب کی کچھ نمایاں "خصوصیات"

مادہ پرست تہذیب جو اس وقت عالمگیر صورت اختیار کر چکی ہے (جو اسلامی تہذیب کے اثرات کو بھی مصحح کر چکی ہے)۔ اس کی کچھ "خصوصیات" یہ ہیں۔

(۱) مادی دنیا کے پرستش کے مزاج کا غالب ہونا (۲) مادرن ازم اور سیکولرزم کو اپنی زندگی کا ہدف بنانا (۳) عورت کی آزادی، بلکہ جنسی آزادی کو زندگی کے لوازمات میں شمار کرنا۔

(۴) آخرت کی زندگی کے ہونے یا نہ ہونے کے عقیدہ سے فرق کا واقع نہ ہونا۔

(۵) زندگی کو آخری حد تک مادی لذتوں سے ہمکنار کرنے کے لئے کوشاں ہونا

(۶) انفرادی و اجتماعی زندگی کے مسائل کے حل کے لئے خدا، مذهب اور وحی کے بجائے عقل ہی کو حرف آخر سمجھنا اور نفس کے یغماں شدہ عقل ہی کو رہنمائی کے لئے سب کچھ سمجھنا (۷)

خونی رشتہوں کے تقدس کے خاتمه ہونا (۸) ذہنی، قلبی اور روحانی سکون کا غارت ہونا (۹) انسان کے جانور ہونے کے ترقی یافتہ صورت کے عقیدہ کا ہونا (۱۰) غیبی حقائق پر سائنسی کھوجنا و تلاش و اکشافات کو ترجیح دینا، (۱۱) سیاست، معیشت و معاشرت کو پاکیزہ اقدار اور

مذهب کی رہنمائی سے مکمل طور پر خارج کرنا (۱۲) انسانی شخصیت، اس کی فطرت اور اس کے روحانی تقاضوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے انسان کو نفیا تی و ذہنی مریض بنانے کی روشن کا غالب ہونا (۱۳) خالق کائنات سے انکار کی روشن کی وجہ سے ساری کائنات اور اشیائے کائنات سے

متصادم ہونا (۱۴) زندگی کے ہر معاملہ میں فطرت سے متصادم منفی سوچ کا غالب ہونا (۱۵) اپنے ذاتی مفاد اور راحت کے ذاتی سامان کو ترجیح دینا، (۱۶) دولت پر سانپ بن کر بیٹھنے کی روشن کا غالب ہونا۔

(۱۷) سرمایہ دارانہ طرز معیشت کی وجہ سے انسانیت کو پاپاں کرتے ہوئے بھی ارب پتی اور کھرب پتی بینے کی راہ پر گامزن ہونا (۱۸) انسان کے اُنفل اور حیری حیوانی جذبات کو

ہوتے ہیں تو فطرت سے وہ علوم سامنے آتے ہیں، جو قرآن میں موجود ہیں، فطرتی علوم عین قرآن سے مطابقت رکھتے ہیں اور دین پر عمل پیدا ہونے کی استعداد کا ذریعہ بھی بنتے ہیں، اس طرح نفسی محبابات سے بچاؤ کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

لیکن بدقتی سے اس دور میں معلومات کا یہ فطرتی ذریعہ سب سے زیادہ کمزور ہوا ہے، معلومات کے اس ذریعے سے استفادہ کی صورت لگ بھگ مفقود ہو گئی ہے، دور جدید کے مادیت پر بنی علوم اور نظریات و فلسفہ نے جہاں ہم سے اور بہت ساری چیزیں سلب کی ہیں، وہاں اس نے فطرت سیلمہ میں موجود علوم کی وسعت دنیا سے بھی ہمیں محروم کیا ہے، اہل اللہ کی صحبت کے ذریعہ اللہ کی صحبت کی دنیا میں داخل ہونے کے بعد فطرت کے یہ میلانات بیدار اور طاقتور ہوتے ہیں، جس سے فرد کے اندر یہ طاقتور داعیہ کو نظر انداز کیا، جس کی وجہ سے وہ علم کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا، اسے علم کی ظاہری سطح تول مسکی، جب کہ وہ علم کی روح سے محروم رہا، جس طرح فرد بادام کے مفسر کی بجائے اس کے چہلکے ہی کو اصل سمجھنے لگے، یہی صورت حال یہاں ہے۔

قرآن سے حقیقی علوم حاصل کرنے کی صلاحیت بھی دراصل فطرت میں موجود محبوب حقیقی سے محبت کے طاقتور داعیہ کو بیدار کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہے، مولانا رومی نے بجا فرمایا ہے۔

بنی اندر علوم انبیاء
بے معید و بے کتاب و بے اوستا

رخ پر ڈالنا کہ ان عادتوں کی صحمند رخ پر واپسی کے راستے مسدود ہو جائیں، (۳۳) دنیا کے ہر ملک میں خیر کو منانے اور شر کو فروغ دینے کے لئے پوری منصوبہ بندی سے کام کرنا اور اس کے لئے وسائل اور طاقت کو استعمال کرنا۔

(۳۲) توہین رسالت کے جم کے مرتبین کی سرپرستی کرنا اور مسلمان حکمرانوں کو مجور کرنا کہ توہین رسالت کی تعریز کے قانون کی شق کو ختم کریں، اس سے مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کے عشق رسول کے تعلق کو سرد کریں، تاکہ ماذر ان ازم کو فروغ حاصل ہو۔

(۳۵) اسلامی تہذیب (جو انسانیت کے لئے رحمت کا باعث ہے) اس کے مٹانے کے کام کو اپنی اولین ترجیحات میں شامل کرنا، تاکہ مسلمان ممالک میں مادہ پرست تہذیب کے پوری طرح فاتحانہ طور پر داخلہ کی راہ ہموار ہو سکے، اس طرح مسلمانوں کو ذہنی اور تہذیبی غلام بنانے کے ساتھ ساتھ ان کے وسائل پر قبضہ کیا جاسکے۔

(۳۶) عزت کے معیار کا شرافت، نیکوکاری اور پاکیزہ اخلاقی اقدار سے بہرہ وری کی بجائے دولت اور دولتمندی کا قرار پاتا (۳۷) انسان کی ساری سرگرمیوں کا دولت کے حصول کی جدوجہد کے مرکزی نکتہ کے تحت مرکز ہو جانا۔

(۳۸) ذہنی توجہ کا یکسوئی سے محروم ہو جانا اور حقیر اور خصیص چیزوں کا توجہ کا احاطہ کرنا، اس طرح فکری انتشار سے بھر جانا، (۳۹) ہر وقت نفس پرستی کی قوتوں مثلاً جذبات، انسانیت اور حادسانہ جذبات کا مشتعل اور بے قابو ہو جانا، (۴۰) رحم دلی اور ایک دوسرے کے کام آنے کے احساسات کا رخصت ہونا (۴۱) پاکیزہ اور انسانی جوہروں سے بھرہ ور خیالات و احساسات کا معدوم ہو جانا۔

(۴۲) انتقامی جذبات، رد عمل کی نفیات اور احساس برتری یا احساس لکھتی کا عام ہو جانا، (۴۳) ضمیر جسے نفس امامہ بھی کہتے ہیں، اس سے کام لینے کی صلاحیت کا معدوم ہو جانا (۴۴) علوم کو فنون، زبانوں کی تحصیل، الفاظ کی جادوگری اور سائنس تک محدود رکنا (۴۵) دینی تھائق و معارف کے علوم جسے قرآن نے **فطرة الله التي فطر الناس عليها** کہا ہے، اس سے شعوری یا غیر شعوری طور پر صرف نظر کرنا (۴۶) علوم سے اللہ کے نام کو نکال دینے کی وجہ سے مادہ پرستی کی بے رحم طوفانی لہروں کی نذر ہونا۔

(۴۷) پلٹی، پروپیگنڈہ اور ذہن سازی کے سارے ذرائع کو سرمایہ دار کے مال کی

مشتعل کرنے کے لئے عورت کی عربی کو بہت بڑی انٹریٹری کی صورت دینا۔

(۱۹) نہب نے ہزاروں سالوں سے سلیقہ انسانیت اور آداب انسانیت کے جو اصول و تعلیمات دی تھیں، ان کو مٹانے کے لئے تعلیم و تربیت اور میدیا وغیرہ کو پوری منصوبہ بندی کے ساتھ استعمال کرنا (۱۹) دنیا سے مادہ پرست اور بے خدا تہذیب کے علاوہ دوسری ساری تہذیبوں کو اپنے لئے چلنچ سمجھ انہیں مٹانے کو ناگزیر سمجھنا (۲۰) پوری دنیا اور ساری انسانیت پر اپنی تہذیب کی گرفت کو مضبوط کرنے کے لئے سودی قرضہ جات، عسکری طاقت اور ہر طرح کے ہتھنڈے استعمال کرنا (۲۱) قدرت کی بہتر ماحولیاتی فضا کو تبدیل کر کے، فضا کو مسموم بنا کر انسانیت کے لئے نکین موسيٰ اور فضائی مسائل پیدا کرنا (۲۲) انسانیت کے حوالے سے سنگ دلی و قساوت قلبی کا ہونا (۲۳) اپنی تہذیب کو لاحق خطرات کے نام پر دنیا کے جس ملک میں چاہا، اس ملک پر جنگ مسلط کر کے انسانوں کی بے تحاشہ قتل و غارت گری کی روشن کا ہونا

(۲۴) غریب ممالک کو سودی قرضہ کے ذریعہ معاشی طور پر پسمندہ سے پسمندہ کرنے کی سازشوں کا ہونا (۲۵) مسلمان ممالک کے ذہن و باصلاحیت افراد کو خرید کر کے، انہیں اسلامی تہذیب کے مظاہر کو ختم کرنے اور تہذیب جدید کو غالب کرنے کے مقصد کے لئے استعمال کرنا، اس طرح مسلم معاشروں کے تہذیبی تسلسل کے خاتمه کی کاوشوں کا ہونا (۲۶) مسلمان دنیا میں ایسے حکمرانوں اور افسروں کو آگے لانا، جو مادی تہذیب پر فریفہ ہوں، بھر ان کے ذریعہ سے مسلم معاشروں کو بے خدا تہذیب کے رنگ میں رکنگے کی کوششوں کا ہونا (۲۷)

تصوف کی ایسی درگاہوں کی مالی معاونت کرنا، جو ڈھول دھماکے اور بعض مظاہر و مراسم ہی کو تصوف سمجھتے ہیں، جو حیثیت دین پیدا کرنے کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ (۲۸) مسلمان ممالک میں اسلامی تحریکوں کو سکلنے کے لئے سازشوں کا ہونا یا انہیں درون خانہ مال کے ذریعہ خرید کر، انہیں سیاست برائے سیاست یا جمہوریت برائے جمہوریت کی راہ پر لگانا (۲۹) دینی مدارس جو دین و نہب کے تحفظ کے لئے افراد کا پیدا کرتے ہیں، ان سے خطہ محسوس کرنا اور ان درگاہوں میں مادہ پرست جدید تعلیم کو ضروری قرار دینے کے لئے حکمرانوں پر دباؤ ڈالتے رہنا

(۳۰) باطنی صفائی کے تصور کا نایید ہونا، ساتھ ساتھ جسمانی صفائی کے کام کو بھی غیر اہم سمجھنا (۳۱) عقل کو عقل کل سمجھنا جب کہ فطرت سلیمانہ اور دل اور عقل جو معلومات کے اہم ذرائع ہیں، ان کا انکار کرنا، (۳۲) انسان کے مزاج اور ذہن کو تبدیل کر کے عادتوں کو اس طرح منفی

کھپت، اس کی فروخت اور اس کے استعمال کا ذریعہ بنانا وغیرہ۔

یہ ہیں مادہ پرستانہ تہذیب کی وہ خصوصیات، جس نے اللہ کی زمین پر ایک نئے مادہ پرست انسان کو جنم دیا ہے، جو اپنے خالق کی معرفت سے محرومی کی وجہ سے دربار کی ٹھوکریں کھارہا ہے، جس کی روح مردنی کی حالت سے دوچار ہے، جو اللہ کی زمین پر اللہ کے بندے کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے سلیقہ سے آخري حد تک محروم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب مادی تہذیب ارتقاء کے مراد مطے کر کے عروج پر پہنچتی ہے نیز اسے سائنسی ڈیکنالوجی ترقی، عسکری طاقت اور بے پناہ دولت حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے مذکورہ نتائج ہی ظاہر ہوتے ہیں، لیکن اس طرح کی مادی تہذیب دراصل کائنات کی اصل خالق ہستی کو چیلنج دے رہی ہوتی ہے۔

قدرت اس تہذیب کے علمبرداروں کو خود اپنی تہذیب کے ہاتھوں وہ سزا دیتی ہے کہ ان کی زندگی جہنم کا منظر بن جاتی ہے، جرام سے عبارت ہو جاتی ہے اور دوسروں کے لئے عبرت بھی۔

اگر جدید مادی تہذیب کی کھوکھ سے دجال کا ظاہر ہونا مقصود ہے تو پھر تو یہ انسانیت کے لئے بہت بڑی ابتلا ہے، ان حالات میں ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ اپنے ایمان کی فکر کرے اور اپنے ایمان کے تحفظ کے کام کو سارے کاموں پر ترجیح دے۔

ترکیہ کے حوالے سے دعویٰ خطوط

32

یہ دعویٰ نوعیت کا خط ہے، جو اپنے ایک ساتھی کو لکھا گیا ہے، ہمارے یہ ساتھی وسیع مطالعہ کی حامل شخصیت ہیں، قرآن سے براہ راست اخذ کی صلاحیت رکھتے ہیں، لیکن چونکہ جدید ذہین و باصلاحیت فرد الائکٹرائک میڈیا سے بہت زیادہ قریب ہو گیا ہے، الائکٹرائک میڈیا میں قرآن و سنت کے علم کے نام پر بعض ایسی شخصیتیں سامنے آئی ہیں، جو غیر معمولی خطابی اور علمی صلاحیتوں کی حامل ہیں، چونکہ ان کے علم، علمائے ربانی کی صحبت اور ان کی تعلیم سے ماخوذ نہیں ہیں چنانچہ وہ ذہین و باصلاحیت افراد کو اپنے ساتھ بہالے جانے کا موجب بن رہے ہیں، درج ذیل خط میں جدید اسکالروں سے متاثر افراد کے غور فکر کے لئے کافی اہم نکات موجود ہیں، خط کی اہمیت کے پیش نظر اسے ”بیداری“ میں شائع کیا جا رہا ہے، ان ساتھی کا اصل نام حذف کیا گیا ہے۔

عزیزم ڈاکٹر فیصل صاحب

السلام علیکم مراج شریف

آپ کے اشکالات کو پیش نظر رکھ کر کچھ معروضات پیش کی جاتی ہیں۔

آپ کو یاد ہوگا کہ ۱۳ سال پہلے آپ مجھ سے ملنے کے لئے آئے تھے تو آپ نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ میں نے کئی اسلامی مفکروں کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، لیکن اس مطالعہ کے باوجود عمل کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی، آخر ایسا کیوں ہے؟ اس عاجز نے عرض کیا تھا کہ آپ صحیح نتیجہ پر پہنچ ہیں، عمل کی استعداد عام طور پر کتابوں سے پیدا نہیں ہوتی، کتابوں کا دائرہ ذہن سازی کی حد تک ہے، صالح اعمال کی استعداد مزکی شخصیت کی صحبت سے ہی پیدا ہوتی

۔

۱۳ سال کے بعد آپ پھر اسی نکتہ پر آگئے ہیں کہ کتابیں ہی حرفاً آخر ہیں۔ اور اسلام میں شخصیت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی یقیناً فیصلہ کن اہمیت ہے، وہی ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ ہیں، ہر دور

یہ نکتہ نگاہ بڑے فساد کا موجب ہے، اس سے ایک تو دین کی خود ساختہ نئی نئی تشریعیں سامنے آئی ہیں، دوسرے یہ کہ تزکیہ کے مراحل سے گزرے بغیر فرد مصلح کے مقام پر فائز ہونا شروع ہوا ہے، اور یہ سب کچھ قرآن و سنت کے علم کے نام پر ہی ہو رہا ہے۔

ایک بڑا نکتہ جو نظر انداز ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ تقویٰ، تزکیہ، ایمان کی گہرائی وغیرہ پر کتاب و سنت پر عمل پیرا ہونے کا سارا دارو مدار ہے، اس کے حصول کے لئے طویل مراحل سے گزرے بغیر دین کا تحوڑا سما مطالعہ رکھنے والا فرد بھی مجھم مطلق کے مقام پر فائز ہونا شروع ہوا ہے، جس کی وجہ سے علم کے نام پر طبیعتوں میں فساد، ضد، خود رائی اور سلف و خلف کی تکذیب اور خود کو دین کا سب سے بڑا شارح سمجھنے کا راجحان غالب ہوا ہے۔

قرآن نے مومنین کی راہ اختیار کرنے پر زور دیا ہے، وَمَن يَشْأَقُ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لِهِمُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعُ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُومِنِينَ نَوْلَهُ مَا تَولَىٰ وَنَصْلِهُ جَهَنَّمُ (ہدایت کے واضح آجائے کے بعد جس نے رسول کے مخالفت کی اور مومنوں کے علاوہ دوسری راہ اختیار کی، ہم اسے ایسا کرنے دیں گے لیکن پھر ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے) اس آیت میں اجماع امت اور سلف صالحین کی راہ پر گامزن ہونے کے تاکید فرمائی گئی ہے، اور ان کی راہ سے اخراج کے نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے۔

ہم روزانہ نماز میں اللہ سے سیدھے راہ کی دعا مانگتے ہیں۔ اهـدـنـا الصـرـاطـ الـمـسـتـقـيمـ اس کے جواب میں اللہ نے ہمیں صراط القرآن والحدیث کی تاکید نہیں فرمائی، بلکہ صـرـاطـ الـذـينـ اـنـعـمـتـ عـلـيـهـمـ یعنی انعام یافتہ لوگوں کی راہ کی نشاندہی فرمائی۔ یعنی ہم روزانہ اللہ سے انعام یافتہ افراد کی راہ پر گامزن ہونے کی کمی بار دعا مانگتے ہیں۔

سلف صالحین نے قرآن و سنت کی جو تشریع و ترتیب پیش کی ہے، جو امت کا تسلیل و تواتر ہے، اس سے ہٹ کر دور جدید کے جدیدیت سے متاثر اسکارلوں کی فکر سے مرعوب ہو کر، علم اور دین کے نام پر قرآن و سنت کی خود ساختہ فکر کو اختیار کرنا، اپنے آپ کو شدید خطرات میں ڈالنا ہے اور سلف کی راہ سے جدا گانہ راہ پر گامزن ہونا ہے، سنجھلنے اور ہوشیار ہونے کی ضرورت ہے دوسری صورت میں پرویز، غادری اور انجیز مرزا جیسے افراد کی لچھے دار باتوں کی سحر سے بچنا ممکن نہیں، کہاں لاکھوں بزرگان دین کی اسلام کی صاف و شفاف تشریع و تعمیر، کہاں راہ محبت و معرفت سے محروم جدیدیت کے شکار اسکارلوں کی خود ساختہ اسلامی

کے حالات میں ہمیں اسی کی طرف رجوع ہونا پڑے گا، لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر دور میں کتاب کے ساتھ ساتھ کتاب پر عمل کرنے کی استعداد پیدا کرنے، تزکیہ کرنے اور نفسی قوتون کو اللہ و رسول کے مطبع کرنے سے سلسلہ میں شخصیت بھی موجود رہی ہے، سوا لاکھ انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد یہی رہا ہے کہ کتاب خود زندہ مثالی نمونہ نہیں ہوتی، بلکہ شخصیت کتاب کا زندہ نمونہ ہوتی ہے، مقصود اس زندہ شخصیت کے مطابق اپنی زندگی کی تشكیل ہوتی ہے، پھر کتاب میں تقویٰ، تزکیہ، قلبی بصیرت، دلوں کی زندگی وسلامتی، شرح صدر، نفس مطمئنہ، ایمان و یقین کی گہرائیاں، اللہ سے مستحکم تعلق، سیرت و کردار کی پاکیزگی و بلندی، اوصاف حمیدہ اور نفس کے بتوں کی ٹوٹ پھوٹ کی تعلیمات کلیدی اہمیت رکھتی ہیں، یہ ساری چیزیں ایسی ہیں، جو از خود پیدا نہیں ہوتی، بلکہ مثالی شخصیت کی صحبت اور اس کے زندگی کے پاکیزہ نقوش کو قریب سے دیکھنے سے فرد کی شخصیت پر صبغۃ اللہ غالب ہوتا ہے۔

کتاب کے ساتھ شخصیت کی موجودگی یہ اللہ کی ایسی سنت ہے، جو ہر دور میں جاری و ساری رہی ہے، ختم نبوت سے پہلے انبیاء کرام کی بعثت کی صورت میں تو ختم نبوت کے بعد صحابہ کرام اور اولیاء کرام کی صورت میں، اس لئے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ میری امت کے علماء رباني بنی اسرائیل کے انبیاء کرام کے مثل ہیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ کتاب سے دین کی نصب العین تعلیمات یعنی نصب العین اور فرائض و واجبات کا تعین اپنے طور پر نہیں ہو سکتا، اگر ہر شخص علمی صلاحیت کی بنیاد پر دین سے نصب العین اور فرائض و واجبات اخذ کرنے کی کوشش کرے گا تو گمراہی پیدا ہو گی اور کتاب و سنت کے نام پر دین کا حلیہ بگڑ جائے گا اور دین کا صحیح تسلیل باقی نہ رہے گا، کتاب و سنت سے علوم و فیوض و رہنمائی کے حصول کا طریقہ جو امت میں ہر دور میں مروج رہا ہے، وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام و تابعین کرام اور بزرگوں کی مسلسل صحبت کے ذریعہ دین کے ہر شعبہ سے وابستہ افراد نے اپنی زندگیاں ان علوم میں صرف کیں، اس سے ان میں تحریکی، تفقہ فی الدین اور تزکیہ و تقویٰ، باطنی بصیرت، ایمان و یقین کی گہرائی جیسی نعمتیں حاصل ہوئی، دین اسی طریقہ سے اب تک منتقل ہوتا رہا ہے، موجودہ دور یہ پہلا دور ہے، جس میں کتاب و سنت کے بارے میں یہ تصور رائج ہوا ہے کہ ہر شخص دین کے ہر شعبہ کے ماہر کی عرصہ کی صحبت کے بغیر کتاب و سنت کے ذاتی مطالعہ سے عالم، ماہر اور سب کچھ بن سکتا ہے۔

و ترتیب کی صورت میں امت میں منتقل ہوتے رہے ہیں، جب بھی صحبت کے ذریعہ ان علوم کو حاصل کرنے کے بجائے خالی کتابی علم، لغت کی مدد سے افراد، تشریح اسلام اور دعوت اسلام کے مقام پر فائز ہوئے تو اس سے امت میں بگاڑ اور تفرقہ پیدا ہوا، اس لئے کہ علمی صلاحیت، خطیبانہ صلاحیت اور ذہانت افراد معاشرہ کو اللہ کے رسول سے حاصل ہونے والی نسبت اور علم کی روح و اصلاحیت سے دور کرنے کا ذریعہ بنتے رہے، جس سے معاشرے میں دین کے نام پر تفرقہ موجود رہا، موجودہ دور چونکہ علم و عقیلیت کا دور ہے، اس لئے اس دور میں یہ تفرقہ زیادہ ہے۔

یہ غلط فہمی دور ہونی چاہئے کہ حقیقی تصوف افراد کو امت سے کاٹ کر ایک دائراتی خول اور تقليدی محض کے بندھن میں بیٹلا کرتا ہے، حقیقی اہل تصوف تو امت پن کے مزاج کو مستحب کرنے کا ذریعہ ہیں، اس لئے کہ ان کا سارا زور افراد کے تزکیہ و تربیت پر ہے، جب افراد کا قابل ذکر تزکیہ ہو جاتا ہے تو وہ افراد، امت میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ سیاہ کا رتصور کرنے لگتے ہیں، اور دوسروں کو اپنے آپ سے افضل سمجھنے لگتے ہیں، وہ آخرت میں اپنے انجمام کے بارے میں سب سے زیادہ خوفزدہ رہتے ہیں، البتہ چونکہ تزکیہ و تربیت کا تعلق اس بات سے ہے کہ فرد کچھ عرصہ کے لئے صاحب دل شخصیت سے یکسو ہو جائے، تاکہ ارتکاز قوت اور یکسویت سے اس کی ایمانی و روحانی قوتیں فروغ پذیر ہوں، تزکیہ و تربیت کے لئے ایسا ہونا ضروری بھی ہے، اس کا مطلب امت سے کٹ کر ایک شخصیت کی ذہنی غلامی یا تقیدی محض ہرگز نہیں۔

انسانی نفس کی مثال دیو کی سی ہے، یہ نفس کا دیو علم سے، دولت سے، ذہانت سے اور منصب سے بے قابو ہونے لگتا ہے، ان چیزوں سے عام طور پر تکبر، خود رائی، دوسروں کی ختمی اور علمی برتری کا شیطان جنم لیتا ہے اور وہ فرد کو حالت تلاطم میں رکھتا ہے اور اس کی فکر میں غیر محسوس طور پر نفسی آمیزشیں شامل کر کے، اس کے لئے حق سے دور کرنے کا موجب بنتا ہے، اگر علم کے ساتھ تزکیہ کے، مجہدے شامل نہ ہوں تو اس طرح کے علم میں فرد جوں جوں آگے بڑھتا رہے گا، اس کی مثال اہل کتاب کے علم کی سی ہو جاتی ہے، جن کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے۔

ولیزیدن کثیراً منہم ما انزل اليك من ربک طغیانا و کفرا (آپ پر اپنے رب

جب ان دونوں کی تشریح اسلام کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت سے بالکل محروم ہو گی، وہ وقت ہو گا، جب واپسی کا راستہ بند ہو جائے گا اور دین کے نام پر باطل خوبصورت صورت میں سامنے ہو گا۔

حدیث شریف ہے کہ اپنے معاملات میں اندر کے مفتی سے فتویٰ پوچھا کرو، اس سے معلوم ہوا کہ قلب جب سلامتی کی راہ پر گامزنا ہوتا ہے تو اس میں ایسی بصیرت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ نیکی اور برائی کے بارے میں انتباہ دیتا رہتا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کا ایک ذریعہ قلبی بصیرت بھی ہے، جو بنده مومن کو عطا فرمائی جاتی ہے۔

قرآن میں ہے یا ایها الذین آمنوا ان تقوالله یجعل لكم فرقانا (اے ایمان والوں تقویٰ اختیار کرو تو تمہیں صحیح اور غلط کے درمیان فرق پیدا کرنے کی صلاحیت عطا کی جائے گی)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کے نتیجے میں فرست پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ فرد کی زندگی کے صحیح خطوط و نقوش متعین کرتا ہے۔

جدید اسکالروں کے ہاں علم، عقیلیت، خوبصورت الفاظ اور بزرگان دین کی تکنیک پر زور ہے، وہ روح ایمان، روح اسلام، حقیقت اسلام اور محبت و معرفت سے نا آشنا ہیں، اس کا نتیجہ ہے کہ الفاظ کی جادوگری کے زور پر وہ الکیٹرائک میڈیا کے ذریعہ تربیت و تزکیہ سے محروم لاکھوں خالی ذہن افراد کو سلف و خلف کی قرآن و سنت کی راہ سے دور کر کے، دورا ہے پر کھڑا کر رہے ہیں۔

حقیقی تصوف دراصل تقویٰ، تزکیہ، محبت و معرفت اور ایمان و یقین کی پیچنگی پیدا کرنے کا ذریعہ ہے، اور اسلامی شریعت پر مستعدی اور استقامت سے چلنے کا موجب بھی۔

حقیقی تصوف کی بات کو آگے بڑھانے سے پہلے یہ نکتہ پیش ہونا ضروری ہے کہ دین کے نام پر جب بھی فتنے پیدا ہوئے ہیں (اس دور میں یہ فتنے زیادہ ہو گئے ہیں) اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت، صحابہ کرام کی صحبت اور تابعین کی صحبت کے ذریعہ دین کے جو علوم قرآن کی تشریح، حدیث کی تشریح، فقہ کی تدوین اور تزکیہ کی صورت

کی صحیح ترتیب اور فرائض واجبات کا صحیح نظام موجود ہے، سلف کی اسلامی فکر پر اعتماد کے مجموع ہونے کے بعد ایک تو دین کے نصب اعینی ہدف میں تبدیلی آنے لگتی ہے کہ اللہ کی محبت، سیرت و کردار میں پاکیزگی، عبادت میں انہاک اور اللہ سے تعلق کے استحکام، اور دنیا کی فانی مادی زندگی سے سرد مہربی جیسے کاموں کی فصلہ کی اہمیت باقی نہیں رہتی، دوم یہ کہ فرد علم برائے علم کی راہ پر گامزن ہو کر قیل و قال کا غازی ہو جاتا ہے، جب کہ عمل میں ست واقع ہو جاتا ہے اور آخر میں اس کا حشر عام دنیا داروں سے مختلف نہیں ہوتا، علم برائے علم یا علم برائے معلومات اور محبت و معرفت سے عاری اسکارلوں کی علمی و کتابی صحبت اور اللہ سے محبت کے کام کو اہمیت نہ دینے کا نتیجہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا نکل ہی نہیں سکتا۔

حقیقی تصوف و احسان شفاف علم کا ایک چشمہ ہے، جو فرد کو قرآن کی گہرائیوں تک پہنچاتا ہے اور فرد کو دورا ہے سے نکال کر منزل مقصود تک پہنچاتا ہے، حقیقی تصوف فرد کی داخلی زندگی میں موجود سارے تضادات اور سارے خلاوں کو دور کر کے، اسے سکون و سکینت سے سرشار کر دیتا ہے، یہ عمل مسلسل ارتقا کے ذریعہ ہوتا ہے۔

حقیقی تصوف میں طالب کو قدم پر فرعون نفس کے مکر و فریب کی بے پناہ اداؤں سے واسطہ پڑتا ہے اور رفتہ رفتہ اس فرعون نفس کو مطلع کرنے کی استعداد بھی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے، حقیقی تصوف میں طالب کو نفس کا ہمایہ پہاڑ طے کر کے، نفس مطمئنہ تک کا سفر طے کرنا پڑتا ہے، تصوف میں چلتے چلتے ایک وقت ایسا آتا ہے، جہاں نفس و شیطان کے ہر طرح کے حملوں کا زور ٹوٹ جاتا ہے، اور اسلامی شریعت پر عمل کرنا نہ صرف آسان ہو جاتا ہے، بلکہ وہ لذت کا مسئلہ بن جاتا ہے۔

تصوف، اللہ کے رسول سے نسبت کے تعلق کو مستکم سے مستکم کرنے کا ذریعہ بتا ہے کہ ہر سنت پر عمل پیدا ہوئے بغیر طالب بے چین رہتا ہے۔

جس تصوف کے یہ فائدہ، برکات و ثمرات ہیں، غالباً اس تصوف کی تقریروں و تحریروں سے متاثر ہو کر، اس تصوف کے بارے میں غلط فہمیوں اور اشکالات کا شکار ہونا اور علمی اعتبار اس کے بارے میں مشکوک ہونا، یہ دراصل فریب نفس کی خطرناک صورت ہے اور انغوئے نفس اور انغوئے شیطانی کا نتیجہ ہے، لاکھوں بزرگان دین اور علمائے ربانیں کی راہ کو چھوڑ کر عقلیت کے شکار چند دانشوروں اور اسکارلوں کی تحریروں و تقریروں سے اسلام کو سمجھنے کی روشن

کی طرف سے آئیوں کا جو نزول ہو رہا ہے، اس سے اہل کتاب کی اکثریت کے سرکشی اور کفر میں اضافہ ہی ہو گا)۔

اہل کتاب ہی نہیں، ماضی کے ساری زوال پذیر قوموں نے اپنے اپنے انبياء کرام کی جو مخالفت کی، اس مخالفت میں تکبر اور ظلم بھی شامل تھا، قرآن فرعون اور فرعونیوں کے بارے میں فرماتا ہے وجحدوا بها وستيقظتها انفسهم ظلماً و علواً (انہوں نے حق کا انکار کیا ظلم اور تکبر کی وجہ سے حالانکہ ان کے دلوں نے یقین کر لیا تھا کہ یہ حق ہی ہے)۔

حق کو حق سمجھنے اور حق کا علم ہونے کے باوجود حق کو مسترد کرنا، یہ انسانی نفس کی خطرناک "خصوصیت" ہے، اس کے لئے نفس کو پامال کرنے اور اس کی سرکشی کے زور کو توڑ کر اس میں عاجزی اور عبدیت کے احساس کو غالب کرنا ضروری ہے، اس کے لئے صحبت اہل اللہ اور ذکر کے مجاهدے ناگزیر ہیں، اسی سے علم نافع کی نعمت حاصل ہو سکتی ہے، اس طرح کے علم ہی سے معاشرے کی اسلامی خطوط پر تربیت، تشكیل و تعمیر کا کام ہو سکتا ہے، دوسری صورت میں علم سے معاشرے میں ٹوٹ پھوٹ، اندازوں کا تکڑا اور انتشار ہی پیدا ہو سکتا ہے، جو ہو رہا ہے، جس کا مظاہرہ ہر سطح پر ہو رہا ہے۔

امت کا یہ بڑا المیہ ہے کہ ذین، باصلاحیت اور علمی مزاج کے حامل افراد کی بہت بڑی اکثریت نفسی قوتوں کو پامال کرنے کی خاطر اللہ کی محبت کی راہ کی طرف راغب نہیں، وہ قیل و قال، بحث و مباحثہ، علمی برتری، ضد، دوسروں کی تغییط، اور مال کے حصول کے لئے وقت کے استعمال میں اپنی توانائیاں ضائع کر دیتی ہے، علم عام طور پر انہیں ان خرابیوں سے روکنے میں کردار ادا کرنے سے قادر ہوتا ہے۔

آپ جیسے ذین اور علمی مزاج کے حامل فرد سے توقع تھی کہ وہ تزکیہ اور روحانی ترقی کے کام کو اہمیت دے کر پہلے اپنی سیرت و کردار میں بلندی پیدا کرے گا، اس کے بعد اپنی علمی و فتنی صلاحیتوں اور سیرت و کردار کی بلندی سے معاشرے کو اخلاقی اور روحانی طور پر سہارا دینے کے لئے کوشش ہو گا، لیکن یہ دیکھکر دکھ ہو رہا ہے کہ ایک تو اس راہ کی مشکلات، دوسرے مادی خوشحالی کی فکر، تیسرے جدید اسکارلوں کی لچھیدار گفتگو اور تحریروں نے آپ کو سلف کی صحیح اسلامی فکر سے دور کرنے کی راہ پر گامزن کر دیا ہے۔

ہمارا اصل سرمایہ سلف صاحبین کی قرآن و سنت کی اسلامی فکر ہی تو ہے، جس میں دین

علم و آزادی اور تقلید کے بندھن کو توڑنے کے نام پر اللہ کی محبت و معرفت سے محروم
دانشوروں و اسکارلوں سے کتابی یا تقریری سطح پر دوستی کا ناطق قائم رکھنے کے اتنے مفاسد ہیں
کہ اس کے تصور سے ہی دل لرزے لگتا ہے۔
کہاں اللہ کی محبت و معرفت کی دنیا اور کہاں اخلاص سے عاری خوبصورت الفاظ کے
ڈھیر۔

سوچنے سمجھنے، بیدار ہونے اور سنجھلنے کی ضرورت ہے۔

ممکن ہے اب آپ کو یہ ساری باتیں علم و عقل کے منافی نظر آئیں، اس لئے کہ
معرفت سے نا آشنا افراد کی علمی و کتابی دوستی نے کہیں آپ کے دل میں موجود عشق و محبت کی
چگاری کو بچانے دیا ہو، اللہ کرے ایسا نہ ہو۔
بہر حال ہمارا کام نصیحت کرنا، یاد دہانی کرنا اور انہت علم حکم انعام یافتہ لوگوں کا راستہ
 بتانا ہے، سنجھلنا یا نہ سنجھلنا آپ کا کام ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلف صالحین کی قرآن و سنت کی راہ ہدایت پر قائم فرمائے۔

والسلام
احقر
محمد موسیٰ بھٹو

۵ تبریز ۲۰۱۹ء

عزیزم ڈاکٹر عزیز صاحب

السلام علیکم: مرحان تیر

آپ نے ذکر و مراقبہ کی اہمیت کے موضوع پر کچھ لکھنے کے لئے فرمایا ہے۔
ذکر اور مراقبہ سے دل کی کھڑکی کھل جاتی ہے، جس سے دوسری دنیا کی فرحت بخش
ہوگئیں آتی رہتی ہیں اور طالب پر محبوب کے مشاہدہ کی سی حالت طاری ہونے لگتی ہے۔ جس
سے طالب دنیا و ما فیحہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور تنکرات، پریشانیوں اور مادی دنیا کی بے
رحم طوفانی موجود اور اس کے حصار سے محفوظ ہو جاتا ہے، اور فرد خوشی، مسرت اور سکون
و سکینت کی ایسی دنیا میں آ جاتا ہے، جس پر سو مادی دنیا کی قربان کی جا سکتی ہیں، ذکر و مراقبہ

36

کا اس کے علاوہ کوئی نتیجہ نکل ہی نہیں سکتا۔
علم، عقل کو تیز سے تیز تر کرنے کا نام نہیں، حقیق علم تو خشیت، عاجزی، اپنے کچھ بھی
نہ ہونے کے احساس اور اللہ کی شان عظمت کے سامنے اپنے آپ کو مٹانے کا ذریعہ ہے انما
یخشی اللہ من عبادہ العلماء (اللہ کے بندوں میں اللہ سے ڈرنے والے علماء ہیں) اس
آیت سے مفسروں نے استدلال کیا ہے کہ اس میں اس علم کی نفعی ہے جس میں خشیت موجود
نہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ فرد معرفت سے عاری علم میں جتنا آگے بڑھتا رہتا ہے، اسی
مناسبت سے اس کی علمی برتری، سلف و خلف کی مکتدیب اور ان پر عدم اعتماد کی روشن
میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، اس طرح کے علم کے نام پر دل کے جوابات سخت سے سخت تر کر دیجے
جاتے ہیں۔

معرفت سے خالی علم ایمان کی حقیقت، احسان کی حقیقت، اخلاص کی حقیقت، تزکیہ کی
حقیقت اور معرفت کی حقیقت کے ادراک سے قاصر ہوتا ہے۔

ایسے فرد کو دنیا بھر کی معلومات کے ساتھ بہت ساری کتابی معلومات بھی حاصل ہوتی
ہیں، لیکن وہ اپنے آپ سے اور اپنی شخصیت کے فہم کے بارے میں جاہل محض ہوتا ہے۔
اہل تصوف کا طالب سے صرف ایک مطالبه ہے، وہ یہ ہے کہ اپنے دل کو خالی کر کے
اس کے حوالے کر دے، تاکہ وہ خالی دل کو بدرجہ اللہ کی محبت سے آشنا کر کے، اس محبت
سے سرشار کر دے، جو طالب ایسا نہیں کرتا، وہ زندگی بھر محروم رہتا ہے، وہ علم میں جتنا آگے
بڑھتا ہے، اسی مناسبت سے وہ سکون قلبی کی دولت عظمی سے دور ہوتا ہے اور تضادات کا شکار
ہوتا ہے، وہ لوگوں کے سامنے بڑی معلومات پیش کرتا ہے، لیکن اس کا دل انجانے خوف
و حزن اور بے یقینی سے لبریز ہوتا ہے، وہ بڑے بڑے بزرگان دین کا اس طرح ذکر کرتا ہے،
جیسے کہ علم میں وہ اس سے حیرتی ہیں، اور وہ ان سے علم میں بہت برتر ہے، اور بزرگوں کی
اس تحقیر کی اسے جو سزا ملتی ہے، وہ یہ ہے کہ اسے اخلاق و یقین، قلب سلیم، شرح صدر، محبت
و معرفت کے کاموں سے دور کر کے، علم کی گھنیماں سمجھانے اور خوبصورت الفاظ کے حصول کی
راہ پر لگا دیا جاتا ہے، جھنجھلاہٹ، اشتغال، ضد اور خود رائی جیسی بیماریاں اس کے مزاج کا حصہ
بن جاتی ہیں۔

اضطراب کے انگاروں سے بچاؤ کے سارے راستے مسدود ہو جائیں گے اور فرد کی زندگی کا ایک ایک دن اس پر نئی قیامت برپا کرنے کا موجب بنے گا۔ فیصلہ آپ کے اپنے اختیار میں ہے، مادیت پرستی کی عالمی فضلا، نفس اور شیطان کی یلغار اور دنیا دار دوستوں کی خلماں سے بچنا، آپ کی اپنی بہت وحصلہ پر مخصر ہے۔ اللہ کی مدد بہت وحصلہ سے ہی وابستہ ہے۔ ایک بار ذہن اور دل کی منفی نیادوں پر تشکیل کے بعد ذکر و فکر کے لئے دل اور ذہن آسانی سے آمادہ نہیں ہوتا، اس کے لئے نفس کی گرفت کو کمزور کرنے، بلکہ نفس کے بتوں کی توڑ پھوڑ کے لئے کچھ عرصہ کے لئے مشتوں اور ذہنی ارتکاز کے لئے کوششوں سے کام لینا پڑے گا۔ جب تک ہم اپنے اوقات کار اور زندگی میں توازن پیدا نہیں کریں گے، ذکر و مراقبہ کے راستے ہموار نہیں ہوں گے۔

اوقات کار میں توازن کی صورت یہ ہے کہ کار و بار، ملازمت اور مادی دنیا کے مسائل کے لئے آٹھ گھنٹے سے زیادہ وقت صرف نہ کریں، اللہ سے تعلق متحکم کرنے اور آخرت کی فکر کے لئے دوچار گھنٹے ضرور وقت نکالیں، اوقات کار میں اس توازن کے بعد ہم دیکھیں گے کہ ذکر و عبادت سے ہماری بیزاری انسیت میں تبدیل ہو جائی گی۔

37

کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی دنیا ایسی ہے، جس سے محروم افراد انتہائی قابلِ رحم ہیں، ان کی حالت زار پر اہل درد مفہوم ہو جاتے ہیں، وہ اس حسرت میں رہتے ہیں کہ کاش کہ وہ ذکر و مراقبہ کی لذتوں و حلاقوں سے فیضیاب ہوتے۔

فرد کی جب ساری صلاحیتیں، توانائیاں اور ساری سوچ مادی چیزوں میں مصروف ہوتی ہے، اس پر ہر وقت مادی خیالات کی حکمرانی ہونے لگتی ہے تو اس کے نتیجہ میں دل اور ذہن کا رشتہ روح اور محبوب حقیقی سے ٹوٹ جاتا ہے یا مغض ری نویعت تک محدود ہو جاتا ہے دل اور ذہن کے صحمند احساسات و خیالات کے خانے ایک طرح سے مسدود ہو جاتے ہیں، جب فرد پر مادی دنیا اور مادی سوچ اس حد تک غالب ہو جاتی ہے تو یہ وہ وقت ہوتا ہے جب فرد کی نفسیات میں زہر بھر جاتا ہے اور اس کے دل ذہن، اعصاب و نفسیات پر قیامت کا ساحش برپا ہونے لگتا ہے، اسے اشتعال، بے سکونی، بے قراری اور اضطراب گھیرے رہتا ہے، اس کی زندگی جہنم کے انگاروں پر لینے کے مترادف ہو جاتی ہے نیز وہ اپنے خاندان، عزیز واقارب اور دوست و احباب کے لئے اذیت بلکہ عذاب کا موجب بن جاتا ہے، ایسے افراد کے سارے کام بکھر جاتے ہیں، دولت، شہرت اور منصب ان کے روح کی بے چینی و بے قراری میں غیر معمولی اضافہ کر دیتے ہیں، جب کہ اللہ کے ذکر کے سایہ میں پناہ لینے والے افراد کے گھرے ہوئے کام بھی بنتے چلے جاتے ہیں اور انہیں صبر و شکر و تحمل و بردباری اور سکینت کی ایسی زندگی نصیب ہو جاتی ہے کہ اہل دنیا جس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

یاد رکھیں کہ انسان کی حیثیت کھانے پینے اور سونے والے جانور کی سی نہیں، بلکہ وہ کائنات کی حسین ترین مخلوق ہے، جس کی فطرت میں محبوب حقیقی سے والہانہ محبت کے جذبات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں، یہ جذباتِ محبت، گہری عبادت اور ذکر و فکر سے ہی اکھرتے اور طاقتوں ہوتے ہیں۔

آئیے، آج سے یہ فیصلہ کریں کہ ہمیں دنیا کو مقصود بنانے کی بجائے اللہ کو مقصود بنانا ہے اور دنیا کو اتنی اہمیت دینی ہے، جس سے کم سے کم ضروریات پوری ہو جائیں اور ذکر و فکر اور محبت صالح کے لئے جتنا وقت نکال سکتے ہیں، نکالیں، یقین جانیں، اس سے مادیت پرستی کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے جہنم کی وہ انگارے، جس سے ہماری زندگی ناپاکیزہ اور فساد زدہ ہو جاتی ہے، اس سے نجات کی صورت پیدا ہوگی، ورنہ دنیا و آخرت میں بے یقین اور

والسلام

احقر

محمد موسیٰ بھٹو

۱۸ اکتوبر ۲۰۱۹ء

عزیزم ڈاکٹر عزیز صاحب
السلام علیکم

اس دور میں صالح صحبت و رابط کی ضرورت اس لئے زیادہ بڑھ گئی ہے کہ گھر سے نکلتے ہی فرد کو خواہشات نفس کے جذبات سے بھرے ہوئے افراد کی طاقتور منفی شعاعوں سے واسطہ پڑتا ہے، فرد جہاں سے گزرتا ہے، وہاں موجود افراد حب جاہ، حب مال اور مادی حسن کی اپنی منفی خواہشات اس کی طرف (اس کے نہ چاہئے کے باوجود) منتقل کرتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے گھر سے نکلتے ہی فر، افراد معاشرہ کے طاقتور جملی اور حیوانی اعمال اور جذبات

پاکیزہ احساسات پیدا ہونے لگتے ہیں، لیکن شیخ سے محبت کا ہونا شرط ہے، چنانچہ سارے اکابر بزرگوں نے صحبت و رابطہ شیخ کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔

والسلام

احقر

محمد موصیٰ بھٹو

یہ ایک خط ہے جو ایک نو عمر بزرگ کے اصرار پر لکھا گیا ہے، ان نو عمر بزرگ سے دس سال سے تعلق قائم ہے، موصوف نے ہماری لگ بھگ ساری کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، اس لئے وہ ہم سے حسن ظن کی بنا پر انہوں نے اس موضوع پر لکھنے کے لئے اصرار کیا ہے، یہاں نام لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ یہ خط ان مولانا صاحب سے زیادہ میرے اپنے نفس کی یاد دہانی کی حیثیت رکھتا ہے۔

اءٰنویمبر ۲۰۱۹ء

محترم حضرت مولانا صاحب

السلام علیکم : مراج شریف

آپ نے اصرار فرمایا ہے کہ میں موجودہ دور میں اہل تصوف کے نقوش و خطوط اور ان کے حقیقی معیارات کے بارے میں کچھ لکھوں۔

یہ بہت ناک موضع ہے، مجھ چیسا فرد جو ابھی اپنی اصلاح کے مراحل سے گزر رہا ہے، اس کے لئے اتنے اہم موضع پر لکھنا، کہیں اہل تصوف وجدیہ بزرگ سے گستاخی میں شمارہ ہو جائے، جس کے نتائج کہیں میری اپنی اصلاح پر بھی مرتب نہ ہوں، لیکن چونکہ آپ کا اصرار ہے کہ اس موضع پر ضرور لکھوں، اس لئے یہ نکات پیش خدمت ہیں۔

موجودہ دور میں بزرگی کا معیار کافی متاثر ہوا ہے اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ سطحی نوعیت کے مجاہدوں پر خلافتیں ملتے لگی ہیں اور دوڑھائی سال یا اس سے بھی کم عرصہ میں سالکوں سے سلوک طے کر اکر، انہیں بزرگی کے مقام پر فائز کیا جانے لگا ہے، اس سے دونقصان ہوتے ہیں، ایک یہ کہ سالک نفس کی فنایت کے مراحل سے گزرے بغیر جب بزرگی کے منصب پر فائز ہوتا ہے اور وہ علمی اور خطابی صلاحیتوں کا حامل بھی ہوتا ہے تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی شہرت، دولت اور زیادہ سے زیادہ مرید بنانے کی فکر میں غلطان ہوتا ہے دوسری نقصان یہ ہوا

38

واحساسات کی عکس ریزی کی زد میں آ جاتا ہے، دفتر میں بھی اسے حب جاہ، وحب مال اور دنیا پر فریغتہ افراد کی ظلمات اور تاریکیوں سے واسطہ پڑتا ہے، جو اس کے دل کو سیاہ کرنے اور دل میں ذکر کے تھوڑے سے موجود نور کو مدھم کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں، طالب کو روزانہ منفی جنبات کے حامل سینکڑوں افراد سے واسطہ پڑتا ہے اور نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ان کے دلوں میں موجود ظلمات اور سیاہ کاریوں کے اثرات کو قبول کرنا پڑتا ہے، موبائل نے تو منفی صحبت اور اس کے طاقتوں منفی اثرات کو تیز سے تیز کر دیا ہے۔

ظلمات کے حامل افراد کی صحبت کے اثرات کو روکرنے اور ان کے اثرات کی مزاحمت کی قوت پیدا کرنے کے لئے روحانی استاد (جو دل میں ذکر کا وافر اد ذخیرہ رکھتا ہے) اس سے رابطہ اور صحبت کی ضرورت پڑتی ہے، جس سے ان منفی اثرات کا توڑ ہوتا رہتا ہے اور ذکر میں ذوق و شوق و حلاوت پیدا ہوتی رہتی ہے، اس طرح آہستہ آہستہ ایمانی حالت اور پاکیزہ روحانی کیفیت مستحکم ہوتی چلی جاتی ہے۔

اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے طالب جیران اور پریشان ہوتا ہے کہ اول تو اس سے ذکر ہوئیں پاتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو ذکر کا فائدہ محسوس نہیں ہوتا، اصل میں اس کا سبب یہی ہے کہ اسے روزانہ کی زندگی میں طاقتوں مادہ پرست اور خواہشات کی ظلمات سے بھرے ہوئے افراد سے واسطہ پڑتا ہے، اس کے اثرات کے توڑ کے لئے اسے دوسری صاحب صحبت و رابطہ کی جو ضرورت ہے، اس ضرورت کو طالب اہمیت نہیں دیتا، نتیجہ سکون قلبی حاصل نہیں ہوتا اور اشتغال و چھبھلاہٹ میں کمی نہیں ہوتی، انسانی جوہر اجاجہر نہیں ہوتے اور ذکر و فکر اور اطاعت میں سخت مشکلات اور رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔

موجودہ مادیت پرستی کے دور کی سب سے بُری "خاصیت" یہ ہے کہ ایک تو اصلاح نفس اور ترقیہ نفس کی راہ میں پہلے کے مقابلے میں کئی سو گنا زیادہ مشکلات و دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں، دوسرے یہ کہ مالدار ہو یا غریب، عالم ہو، دانشور ہو یا جاہل، ہر ایک پریشان ہے اور سکون قلبی کی نعمت عظمی سے محروم ہے۔ سکون قلبی اور ترقیہ نفس کی یہ دولت آسانی سے حاصل نہیں ہو سکتی، اس کے لئے ترقیہ نفس اور سکون قلبی کی حامل شخصیتوں سے رابطہ و صحبت کے بغیر چارہ کارہی نہیں ہے، جس طرح بے پرده حسین عورت پر نظر پڑنے سے اس کا حسن ذہن میں خلجان پیدا کر دیتا ہے، اسی طرح معنوی حسن کی حامل شخصیت کی صحبت سے دل میں

میں گروہ بندی کو فروغ دینے کی کوششوں سے بچنا، اپنے حلقہ سے باہر کے حلقوں میں موجود خیر کو خیر سمجھنا اور دوسروں کی تردید و مکنذیب سے بچتے رہنا وغیرہ شامل ہیں۔

موجودہ دور میں مادہ پرتنی کی تحریک عالمی صورت اختیار کرچکی ہے، ضروریات، خواہشات کی صورت اختیار کرچکی ہیں، جب تک ذکر و فکر کے غیر معمولی مجاہدوں سے خواہشات نفس کو پامال کرنے کی راہ اختیار نہ کی جائے گی، اس وقت تک سالک دنیاداری کی لاکئیں سے فجع سکے، مشکل ہے۔

اگر سالک کا نفس پاکیزگی کے مطلوب مقام تک نہیں پہنچا ہے، اس میں حب مال، حب جاہ، جذبہ شہرت اور خودنمایی جیسے اثرات موجود ہیں تو ایسے بزرگ سے وابستہ افراد کی زندگی بھر اصلاح نہ ہو سکے گی، اگرچہ کچھ کیفیات پیدا ہوں اور ظاہری تبدیلی بھی واقع ہو جائے، لیکن اخلاق، للهیت، بے نفسی اور باطن کی بہتر اصلاح نہ ہو سکے گی، اس لئے کہ مریدوں پر بزرگ کے قلبی حالات و کیفیات کی عکس ریزی ہوتی رہتی ہے، جس قسم کے جذبات و احساسات بزرگ کے دل میں موجود ہوں گے، وہی جذبات و احساسات طالب میں منتقل ہوتے رہیں گے، اگر بزرگ کا اپنا تزکیہ نامکمل ہے تو ان کے مریدوں کا تزکیہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگرچہ تھوڑے بہت مجاہدوں کے اثرات بہتر کیفیات کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں، لیکن یہ کیفیات مطلوب نہیں، مطلوب باطنی اصلاح ہے اور اعمال صالح کا صدور ہے، جو قابل ذکر حد تک تزکیہ سے وابستہ ہے، اس کے لئے یکسوئی کے ساتھ کم از کم دس پندرہ سال کے مجاہدے تو ناگزیر ہیں، اس کے بغیر سالک کے لئے مادیت پرستی کی ہمہ گیر تحریک، شہرت اور دنیاداری کی دوڑ میں شریک ہونے سے بچنا غیر معمولی طور پر دشوار ہے، اگر دنیاداری اور شہرت کی یہ راہ تصوف، بزرگی اور خلافت کے نام پر ہو تو یہ اللہ کے عتاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

یہ چند سطور لکھی ہیں، جس سے مقصود اپنے نفس کی یاد دہانی ہے، اس لئے کہ میرا نفس اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے حقیق اہل اللہ کے بیان کردہ نقوش و خطوط کی تلقین کی جائے۔

والسلام
احقر
محمد موسیٰ مجھٹو

ہے کہ معاشرے میں تصوف بہت زیادہ تنمازع ہو گیا ہے۔

نفس اتنی خوفناک قوت ہے کہ وہ دو ڈھانچی سال تو کیا پندرہ میں سال کے شب و روز کے مجاہدوں سے بھی اگر پامال ہو جائے اور اس کی خواہشات کا زور ٹوٹ جائے تو ستا سودہ ہے، اس سے پہلے خلافت کے منصب پر فائز کرنا سالک کو حالت خطرہ میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

راہ سلوک میں نفس کی قوت کو مٹانا پڑتا ہے بزرگوں نے اس مقصد کے لئے جو مجاہدے کیئے ہیں، اس کا اندازہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے فرماتے ہیں۔

”میں بارہ سالوں تک گوشہ نشینی کے ذریعہ نفس کے خلاف لوہا بنا رہا اور نفس کو ریاضت کی بھٹی میں ڈال کر مجاہدہ کی آگ سے گرم کر کے ملامت کے ہتھوڑے سے کوٹا رہا، آخر کار میں نے اسے آئینہ بنایا، پانچ سال آئینہ بنانے میں صرف ہو گئے اور طرح طرح کی عبادات و ریاضیات سے اس آئینہ کو صیقل کیا، پھر ایک سال اسے اغیار کی نظر سے دیکھا، پھر بھی اس کو غرور اطاعت کے بھروسے اور عمل کی خود پسندی میں بیتلہ دیکھا، اس کے بعد پانچ سال مزید مجاہدوں سے کام لیا، اس کے بعد کہیں جا کر جب اسے دیکھا تو اسے مردہ پایا۔“

اس دور کے ایک ممتاز بزرگ جو پاکستان کے سب سے بڑے دینی مدرسے کے مدھتم میں، وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے شخ نے ہماری اصلاح کے لئے دس سال تک ہمیں لکھنے سے روکے رکھا اور مدرسہ کے تدریسی اسیاق کے علاوہ تقاریر کرنے پر پابندی عائد فرمائی، بعد میں جب انہوں نے دیکھا کہ اب علمی برتری، عاجزی میں تبدیل ہوئی ہے تو اس کے بعد تحریر و تقریر کی اجازت عطا فرمائی۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کا ایک ملفوظ ہے کہ ”امت میں جن جن راستوں سے بگاڑ آیا ہے، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ صالح بننے سے پہلے مصلح بننا جائے، یعنی مصلح کے مقام پر فائز ہوا جائے۔

بزرگی کے معیار میں زہد، فقر، دنیا سے استغنا، مالداروں والی راحت کی زندگی سے اجتناب، شہرت سے دوری، مریدوں کی اصلاح کے لئے حقیقی قلمروںی، مریدوں کو ضرورت کے وقت دستیاب ہونا، مرید بنانے کے جنون سے محفوظ ہونا، اعمال صالحہ پر دوام، اخلاق و کردار میں پاکیزگی، پبلیٹی کے ذرائع سے بچتے کا اہتمام ہونا، ملت کو ملت اسلامیہ سمجھنا اور اس

